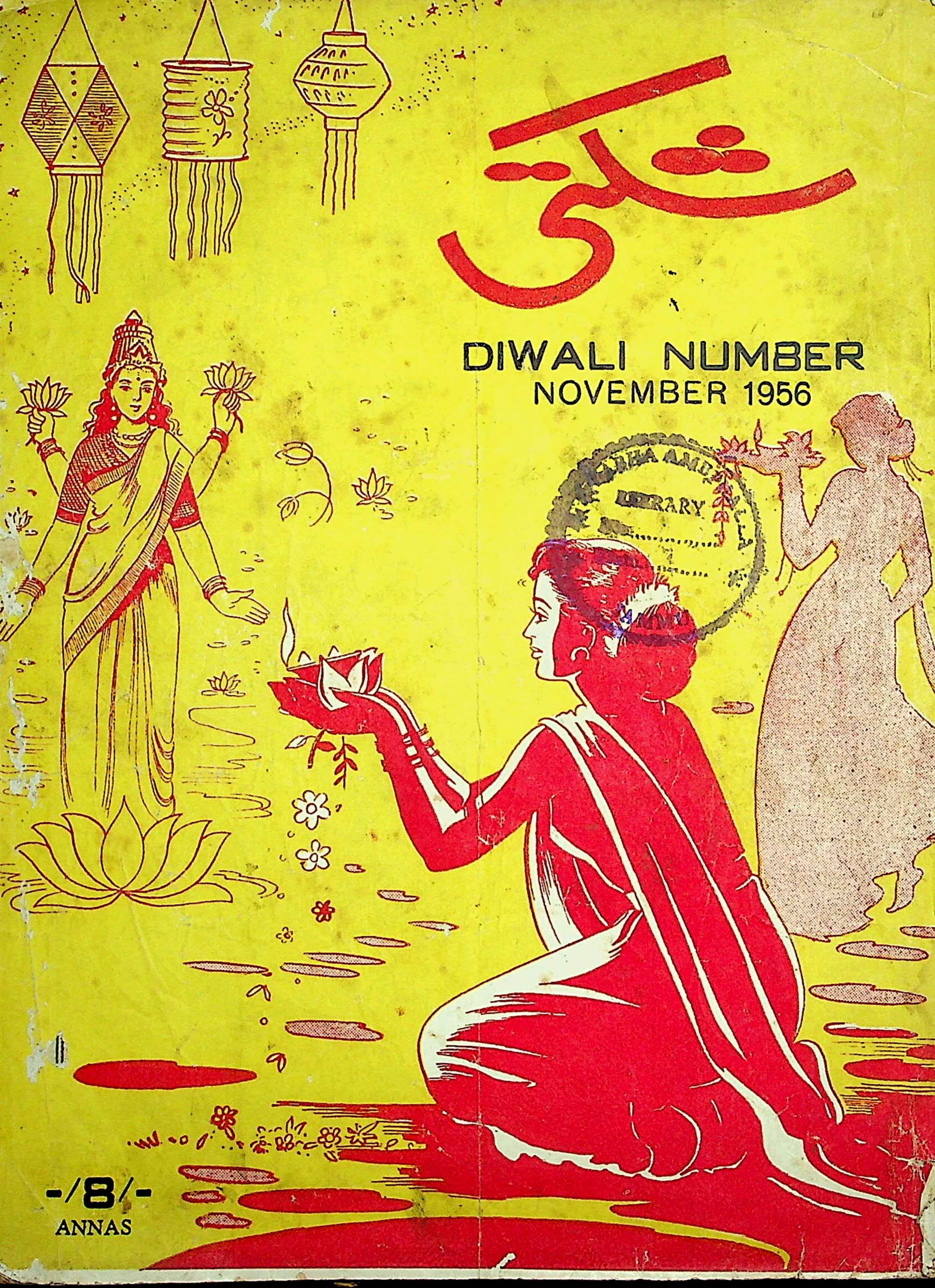

LIBRARY

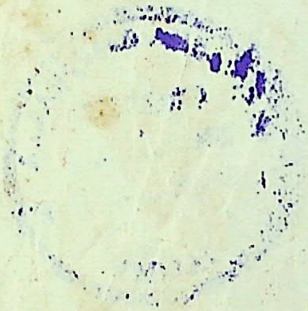

زیر سرپرستی شری گورکھ ناتھ نندہ

سہ سمپادک
اُمانندہ

سمپادک
برہمانند نندہ
بی اے

رسالہ شکتی دہلی کا دیوالی نمبر

چندہ سالانہ ۰/-/۶ روپیہ

فی کاپی ۸ ر

سالانہ چندہ مبلغ -/۶ روپیہ میں سالنامہ "شکتی شوانک" جنوری ۱۹۵۷ء اور اس کے بعد شائع ہونے والے ہولی نمبر آزادی نمبر کرشن نمبر رام نمبر دیوالی نمبر بھی ملیں گے۔

فہرست مضامین ماہ نومبر ۱۹۵۶ء

نمبر شمار	نام مضمون	نام مضمون نگار	نمبر صفحہ
۱	اُستتی بھگوان رام (ہندی)	سنت تلسیداس جی	۳
۲	ایضاً اردو	" "	۴
۳	" اردو ارتھ	ایڈیٹر	۵
۴	مہاراماین	شری گورکھ ناتھ نندہ	۶
۵	ہمارا جیون کلش کیا ہونا چاہئے	ایڈیٹر	۹
۶	ورتمان شکشا اور ناری	شریمتی اُمانندہ	۱۲
۷	بھارت اب وہ دیپ جلائے	شری گیان چند منصور	۱۳
۸	جلوۂ ہرجائی	شری امرچند جی قیس	۱۴
۹	جہاں شکتی کا منبع	مہاتما دولت رام جی	۱۵
۱۰	زندگی کس لئے ہے	پروفیسر نرمل چند رجی	۱۷
۱۱	تحریکِ عمل، دعوتِ عمل	شری گیان چند منصور	۱۹
۱۲	ہوائی جہاز میں شری رام اور سیتا	منشی پریم چند جی	۲۰
۱۳	بے سہاروں کا سہارا رام ہے	شری بھاگیرتھ لال زخمی	۲۲
۱۴	رام جی کے تیر میں	بیتاب علی پوری	۲۲
۱۵	دیوالی کا سچا لکشمی پوجن	لالہ کانشی رام صاحب چاولہ	۲۳
۱۶	یہ کلجگ ہے	لالہ دولت رام جی پوری بی اے بی ٹی	۲۸
۱۷	سورج گرہن	" "	۲۸
۱۸	مہرشی بالمیک	پنڈت ہردے نارائن جی دلگیر	۲۹
۱۹	اے گُلِ رعنا	شری نوبت رائے جی شوخ	۳۴
۲۰	پون سُت ہنومان	پروفیسر دیودت گوپال ایم اے	۳۵
۲۱	دل کی بات	گوسوامی لوک ناتھ جی دل	۳۷
۲۲	خواتین اجودھیا	پنڈت ہردے نارائن دلگیر	۳۸
۲۳	بھیلنی کے بیر	امیر الشعرا دیوان پنڈت بیداس فقیر	۴۱
۲۴	خوش مزاجی اور بشاشت	مہاتما بھاگ مل جی	۴۲
۲۵	ندی کا گیت	پروفیسر دیودت جی گوپال ایم اے	۴۵
۲۶	امر ناتھ یاترا	حکیم لیکھ رام جی	۴۶
۲۷	لیکن شیام نہ درس دکھایا	شری آنند بی ٹی	۴۸
۲۸	امتحانات اور مصیبتیں	مہاتما نند بھائی جی	۴۹
۲۹	جزو کل	شری آچاران جی [illegible]	۵۲

(شری برہمانند بی اے پرنٹر پبلشر ایڈیٹر کے باہتمام لکھنؤ لیتھو پریس دہلی میں چھپکر دفتر رسالہ شکتی بازار اجمیری گیٹ دہلی سے شائع ہوا)

ضروری نویدن

۱۔ جن اصحاب کی خدمت میں کسی سجن کی سفارش پر یا اُنہیں دھرم پریمی خیال کر کے یا اُن کی اپنی ہی درخواست پر

رسالہ **شکتی** دہلی اُردو

بطور نمونہ ارسال کیا جاتا ہے۔ اُن کا اخلاقی اور دھارمک فرض ہے کہ پرچہ کے مطالعہ کے بعد وہ اپنی خریداری کی منظوری یا نامنظوری سے اطلاع دیں، کیونکہ جہاں ہم نے اُن کے دھارمک جذبات کی توقع پر اُن کے شبھ نام پر پرچہ مفت ارسال کرنے میں تامل نہیں کیا اور ۸/ آنے کا خرچ برداشت کیا ہے۔ وہاں ہم اُن کی طرف سے تین پیسہ کے جواب کی توقع رکھنے میں حق بجانب ہیں۔

۲۔ رسالہ شکتی اُردو کا چندہ سالانہ ۶/- روپیہ مقرر ہے۔ لیکن دیوالی کے شبھ تہوار کی خوشی میں رعایتی چندہ صرف ۵/- روپیہ رکھا گیا ہے۔ رقم بذریعہ منی آرڈر بھیج کر اس رعایت سے لابھ اُٹھاویں۔ یہ رعایت یکم دسمبر ۱۹۵۶ء تک رہے گی۔ اسی چندہ میں سالنامہ بشو انک بھی دیا جاوے گا، جو یکم جنوری ۱۹۵۷ء کو نہایت باقاعدگی سے شائع ہو گا۔

—— برہمانند سنچالک "شکتی اُردو" بازار اجمیری گیٹ دہلی

स्तुति भगवान राम

जय राम सदा सुखधाम हरे । रघुनायक सायक चाप धरे ।
भव वारन दारन सिंह प्रभो । गुनसागर नागर नाथ बिभो ॥ १ ॥

तन काम अनेक अनूप छवी । गुन गावत सिद्ध मुनींद्र कवी ।
जस पावन रावन नाग महा । खगनाथ जथा करिकोप गहा ॥ २ ॥

जन रंजन भंजन सोक भयं । गत क्रोध सदा प्रभु बोधमयं ।
अवतार उदार अपार गुनं । महिभार बिभंजन ग्यान घनं ॥ ३ ॥

अज ब्यापक मेक मनादि सदा । करुनाकर राम नमामि मुदा ।
रघुवन्स विभूषन दूषन हा । कृत भूप बिभीषन दीन रहा ॥ ४ ॥

गुन ग्यान निधान अमान अजं । नित राम नमामि बिभु बिरजं ।
भुज दण्ड प्रचण्ड प्रताप बलं । खलवृंद निकंद महा कुसलं ॥ ५ ॥

बिन कारण दीन दयाल हितं । छबि धाम नमामि रमा सहितं ।
भव तारन कारन काज परं । मन संभव दारुन दोष हरं ॥ ६ ॥

सर चाप मनोहर त्रोन धरं । जल जारुन लोचन भूप बरं ।
सुख मंदिर सुन्दर श्री रमनं । मद मार मुधा ममता समनं ॥ ७ ॥

अनवद्य अखंड न गो चरगो । सब रूप सदा सब होइ न गो ।
इति बेद वदन्ति न दन्त कथा । रवि आतप भिन्नम भिन्न जथा ॥ ८ ॥

कृत कृत्य बिभो सब बानर ए । निरखंति तवानन सादर ए ।
धिग जीवन देव सरीर हरे । तव भक्ति बिना भव भूलि परे ॥ ९ ॥

अब दीन दयाल दया करिये । मति मोरि बिभेद करी हरि ए ।
जेहि ते बिपरीत क्रिया करिए । दुख सो सुख मानि सुखी चरिए ॥ १० ॥

खल खंडन मंडन रम्यछमा । पद पंकज सेवित सम्भु उमा ।
नृपनायक दे बरदान मिदं । चरनांबुज प्रेम सदा सुभदं ॥ ११ ॥

اُستتی بھگوان رام

از سنت تلسی داس جی

۱۔ جے رام سدا سُکھ دھام ہرے
بھگو بارن دارن سنگھ پربھو

۲۔ تن کام انیک انوپ چھبی
جس پاون راون ناگ مہا

۳۔ جن رنجن بھنجن سوک بھینگ
اونار اُدار اپار گُننگ

۴۔ اَج ویاپک ایک انادی سدا
رگھوبنس بھوشن دوشن ہا

۵ گُن گیان ندھان امان اجنگ
بھج دنڈ پرچنڈ پرتاپ بلنگ

۶۔ بن کارن دین دیال ہتنگ
بھو تارن کارن کاج پرنگ

۷۔ سر چاپ منوہر ترون دھرنگ
سُکھ مندر سُندر شری رمننگ

۸۔ اَن دَرّیہ اگھنڈ نہ گوچر گو
اِتی وید وَدنتی نہ دنت کتھا

۹۔ کرت کرنیہ بھو سب بانر اے
دھگ جیون دیو سریر ہرے

۱۰۔ اب دین دیال دیا کر یئے
جہی تے بپرپت کرپا کر یئے

۱۱۔ کھل کھنڈن منڈن رمیۃ چھما۔
نرپ نائیک دے ور دان بذنگ

رگھونائیک سائیک چاپ دھرے
گُن ساگر ناگر ناتھ وبھو
گُن گاوت سدھ منیندر کوی
کھگ ناتھ جتھا کری کوپ کہا
گت کرودھ سدا پربھو بودھ میتم
مہی بھار بھنجن گیان گھننگ
کرونا کر رام نمامی مدا
کرت بھوپ بھبھیشن دین رہا
نت رام نمامی وبھنگ برجنگ
کھل برند نکند مہا کُلنگ
چھبی دھام نمامی رما سہتنگ
من سمبھو دارن دوش ہرنگ
جل جارن لوچن بھوپ برنگ
مدہار مدھا نمتا سمننگ
سب روپ سدا سب ہوئی نہ گو
رتی آتپ بھنم بھن جنتھا
نرکھنتی توانن ساور اے
نو بھکتی بنا بھو بھولی پرے
منی موری بھید کری ہریئے
دکھ سو سُکھ مانی سُکھی چریئے
پد پنکج سوبت سمبھو اما
چرنا منج پریم سدا سبھدنگ

ارتھ

۱۔ ہے نِتیہ سُکھ دھام اور دُکھوں کو ہرنے والے ہری! ہے دھنش بان دھارن کئے ہوئے رگھوناتھ جی! آپ کی جے ہو، ہے پربھو! آپ بھو رُوپی ہاتھی کو مارنے کے لئے سِنگھ کے سمان ہیں، ہے سروویاپک وِبھو! آپ گنوں کے سمندر اور پرم چتر ہیں۔

۲۔ آپ کے شریر کی چھبی انوپم ہے۔ سِدھ منیشور اور کوی آپ کے گُن گاتے رہتے ہیں۔ آپ کا یش پوتر ہے۔ آپ نے راون رُوپی مہاسرپ کو گرڑ کی طرح کرودھ کر کے پکڑ لیا۔

۳۔ ہے پربھو! آپ سیوکوں کو آنند دینے والے، شوک اور بھے کا ناش کرنے والے سدا کرودھ رہت اور نِتیہ گیان سروپ ہیں۔ آپ کا اوتار سرلشیٹھ، اپار دِویہ گنوں والا، پرتھوی کا بھار اُتارنے والا اور گیان کا سموہ ہے،

۴۔ اوتار لینے پر بھی آپ نِتیہ، اجنما، ویاپک، ایک اَدوِتیہ اور انادی ہیں۔ ہے کرونا کی کھان شری رام جی! مَیں آپ کو بڑے ہی ہرکھ کے ساتھ نمسکار کرتا ہوں، ہے رگھوکُل کے بھوشن! ہے دُوکھن راکشش کو مارنے والے تھا سب دوشوں کو دُور کرنے والے! ببھیشن دین تھا، آپ نے اُس کو راجہ بنا دیا۔

۵۔ ہے گُن اور گیان کے بھنڈار! ہے مان رہت! ہے اجنما! ویاپک اور مائیک پدارتھوں سے رہت شری رام! مَیں آپ کو نِتیہ نمسکار کرتا ہوں، آپ اپنی بھجاؤں کے زبردست بل سے دُشمنوں کو مارنے میں سمرتھ ہو،

۶۔ ہے بناہی کارن دِینوں پر دیا اور اُن کا ہِت کرنے والے اور شوبھا کے دھام! مَیں شری جانکی جی سہت آپ کو نمسکار کرتا ہوں۔ آپ بھوساگر سے تارنے والے ہیں۔ آپ کارن روپ پرکرتی اور کاریہ رُوپ جگت دونو سے پرے ہیں۔ اور من سے پیدا ہونے والے کٹھن دوشوں کو ہرنے والے ہیں۔

۷۔ آپ منوہر بان، دھنش اور ترکش دھارن کرنے والے ہیں، سُرخ کنول کی طرح آپ کے نیتر ہیں۔ آپ راجاؤں میں سرلشیٹھ، سُکھ کے مندر، سُندر لکشمی جی کے ساتھ وِہار کرنے والے، کام دیو اور جھوٹی ممتا کے ناش کرنے والے ہیں۔

۸۔ آپ دوش رہت ہیں، اکھنڈ ہیں، اندریوں سے اگوچر ہیں۔ سدا سرب رُوپ ہوتے ہوئے بھی سب سے نیارے ہیں۔ ایسا وید کہتے ہیں، جیسے سورج اور اُس کا پرکاش الگ الگ ہیں اور الگ نہیں بھی ہیں۔ ایسے ہی آپ سنسار سے بھِن اور ابھِن دونو ہی ہیں۔

۹۔ اے پربھو! یہ بندر خوش نصیب ہیں، جو پریم سے آپ کے رُوپ کا درشن کرتے ہیں۔ دیوتاؤں کے شریر کو دھکار ہے، جو بھول کر بھکتی کے بغیر سنساری بنے ہوئے ہیں۔

۱۰۔ اے دین دیال! اب دیا کر کے میری بھید بُدھی یعنی اگیان کو دُور کیجئے، جس سے مَیں وپریت کرم کرتا ہوں، ایسی کِرپا کیجئے کہ دُکھ کو سُکھ سمجھ کر مَیں سُکھی رہوں۔

۱۱۔ آپ دُشٹوں کا کھنڈن کرنے والے اور بھکتوں کے رکھشک ہیں، آپ کے چرن کملوں کی شِو اور پاربتی سیوا کرتے ہیں۔ ہے راجاؤں کے مہاراج! مجھے یہ وردان دیجئے، کہ آپ کے چرن کملوں میں میرا کلیان دائیک انیتہ پریم ہو۔

مہارامائن

یہ امر حقیقت ہے کہ تمام ہندو شاستر رُوحانی تعلیم حاصل کرنے کے لئے ایک لاثانی ذریعہ ہیں، موجودہ زمانہ کے بڑے بڑے فلاسفر اسبات کی تصدیق کر چکے ہیں۔ کہ اگر دُنیا میں سُکھ اور شانتی ستھاپت ہو سکتی ہے تو صرف وحدانیت کی تعلیم سے ہی ہو سکتی ہے، اور یہ وحدانیت یعنی رُوحانیت کی تعلیم ہندو دہرم شاستروں میں ہی مکمل اور وسیع طور پر مل سکتی ہے۔ دیگر تمام مذاہب بھی اس ہی سناتن پراچین دہرم کے آدھار پر کھڑے ہیں، سناتن ویدک دہرم ایک اکھنڈ سچائی ہے۔ اس ہی کے ایک ایک انگ کو لے کر دیگر مذاہب نے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ اور عقل سلیم نہ رکھنے والے اصحاب اپنی آنکھوں پر تعصب کی پٹی باندھ کر سچائی سے منحرف ہو کر حسد، بغض، کینہ اور اشانتی پھیلا رہے ہیں۔ اگر دُنیا کے لوگ تعصب کی پٹی کھول کر سچائی کی طلب کریں۔ تو اُن کو یقین ہو جائے کہ پراچین رشی منیوں نے جو جو گرنتھ قلمبند کئے ہیں۔ اُن کے مقابلہ میں موجودہ زمانہ کی عقل اور فہم کچھ حقیقت نہیں رکھتی، محض لاعلمی اور لاپرواہی کے کارن ہم طرح طرح کے کُماکش کر کے شردھا اور بھکتی کو تلانجلی دے کر اندھیرے کنوئیں میں گر کر آنند اور شانتی سے کوسوں دُور جا رہے ہیں، وید، شاستر، اُپنشد، بیاس سوتر وغیرہ وغیرہ اُچیہ فلاسفی کے گرنتھ تو گویا ہندو دہرم (سچائی) کی جڑیں ہیں، لیکن پُوران، رامائن، مہابھارت، گیتا اور خاص طور پر مہارامائن یعنی یوگ وانسشٹ۔ اس کے پھول اور پتے ہیں، جو کہ اپنی بھینی بھینی خوشبُو سے تمام جگت کو معطر کر رہے ہیں۔

یوگ وانسشٹ یعنی مہارامائن وہ پُستک ہے، جس میں مہرشی وانسشٹ جی کا بھگوان رام کو گیان اُپدیش ہے۔ یہ ویدانت کی نہایت ہی دلچسپ اور بے نظیر پُستک ہے، کتھاؤں کے ذریعہ اس میں آتم گیان کو ایسے دلچسپ اور عام فہم الفاظ میں ظاہر کیا گیا ہے کہ ہر درجے کا آدمی اپنی سمجھ کے مطابق پُورا پُورا لُطف اُٹھا سکتا ہے

کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں دو پُستکوں کو بردان ہے "ا" تُلسی داس جی کی رامائن کو جو پڑھتا ہے، وہ ایشور بھگت ہو جاتا ہے، اور یوگ وانسشٹ پڑھنے والا گیانی ہو جاتا ہے، یوگ وانسشٹ سنسکرت کی ایک ضخیم پُستک ہے اس کی سنسکرت بڑی میٹھی اور نہایت اعلےٰ درجہ کی ہے۔ اس کے چھتیس ہزار شلوک ہیں، لیکن جگیاسو پُرشوں کی سہولت کے لئے ایک کشمیری مہاتما ابھی نند نامی نے اِن شلوکوں میں سے صرف چھ ہزار شلوک چُن لیئے ہیں۔ اور کتاب کو مختصر کر دیا ہے تاکہ ہر شخص آسانی سے پڑھ لے،

یوگ واشسٹ میں تین بڑی باتوں پر بحث ہے،

(۱) میں کیا ہوں؟

۲- یہ دُنیا کیا ہے؟

۳- ایشور کا کیا سروپ ہے اور اُس کے ساتھ میرا کیا تعلق ہے؟

اِن تینوں باتوں کا حل ہی گیان کہلاتا ہے۔ اِن کے حل سے ہی آتم اُنُبھو ہو جاتا ہے، آتما کی نسبت لوگوں میں نہایت ہی غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں، بعض جسم ہی کو آتما سمجھے ہوئے ہیں۔ یہ چارواک دہرمی اور آج کل کے طبعی لوگ ہیں، بعض پران یعنی قوت یا انرجی کو آتما جانتے ہیں، بعض اندریوں یعنی حواس خمسہ ظاہری یا احساس باطنی کو آتما مانتے ہیں، بعض من کو ہی آتما بتاتے ہیں۔ یہ سائی کالوجیٹ ہیں، بعض بُدھی کو آتما سمجھے ہوئے ہیں، بعض کارن اگیان کو آتما کہتے

ہیں۔ ایسے مختلف عقیدے دنیا میں موجود ہیں، مہرشی وششٹ جی نے سانکھ اور ویدانت کی تعلیم کے مطابق لیوگ وششٹ میں یہ ثابت کیا ہے کہ آتما گیان سروپ ہے۔ اور اس کو جسم و جسمانیت سے کسی طرح کا بھی تعلق نہیں ہے، آتما کے معنی اپنے آپ کے ہیں، ہر ایک شخص اپنے آپ کو "میں" کہتا ہے اور میں کا خیال بنا ہی رہتا ہے، شیر خواری میں، طفلی میں، جوانی میں، بڑھاپے میں حالت نزع میں بیماری میں، تندرستی میں، جب دیکھو "میں" جوں کا توں ویسے ہی ہے، اب یہاں غور کرنا چاہیئے کہ یہ "میں" کون کہتا ہے اور اس کا کیا سروپ ہے، یہ "میں" چونکہ تمام حالتوں طفلی، جوانی، ضعیفی وغیرہ کو دیکھنے والا ہے، نیز جاگرت، سوپن، سشپتی وغیرہ اوستھاؤں کا بھی ساکھشی ہے اس لئے یہ تمام تبدیلیوں سے مبرا اور تمام کا درشٹا یعنی دیکھنے والا ہے، یہی ست ہے، کیونکہ یہ ہر حالت میں ویسے کا ویسا قائم بالذات ہے، باقی تمام درشیہ تبدیل ہونے والی اور متھیا ہے، درشی کی تبدیلی وغیرہ کو ثابت کرنے والا ہونے سے ہی چیتن ہے، چونکہ اس کو تمام درش سے اپنا ہی سروپ پیارا ہے اس لئے آنند سروپ ہے ثابت ہوا کہ یہ "میں" ہی درشٹا ہے اور اس کا سروپ ست چت آنند ہے، باقی درش اس سے علیحدہ اور است جڑ دکھ روپ ہے، است اس لئے ہے کہ وچار یعنی برہم گیان ہونے پر نہیں رہتی، جیسے کلر کی زمین کا گیان ہونے ہی پانی کا بھرم نہیں رہتا، ایسے ہی آتم گیان ہونے پر یہ تمام درش نہیں رہتی، اس لئے است ہے، کیونکہ جو کسی بھی اوستھا میں تبدیل نہ ہو۔ وہی ست کہا جاتا ہے، چونکہ اُتپتی ناش اور بدلنے والی اور سنکلپ ماتر ہے۔ اس لئے بھی است ہے، نیز اس کو نہ ہی اپنا گیان ہے۔ نہ ہی درشٹا کا اس لئے بھی است ہے اور ناش وان ہونے سے دکھ روپ ہے،

جو شخص جسم کو آتما بتاتا ہے، وہ کہنے کو لاکھ کہا کرے مگر حقیقت میں جسم پر "میں" کا اطلاق نہیں کرتا، کیوں کہ اگر اس کا کوئی عضو کٹ جاوے، مثلاً آنکھ، ناک، کان، ٹانگ وغیرہ تو وہ یہ کبھی نہیں کہتا کہ میں نصف یا چوتھائی رہ گیا ہوں۔ وہ "میں" اُسی طرح جوں کا توں بنا ہوا ہے، بچپن میں چھوٹا سا جسم ہوتا ہے اور جوانی میں بڑا ہوتا ہے۔ لیکن "میں" دونو صورتوں میں ویسا ہی رہتا ہے، جسم میں تبدیلی ہے "میں" غیر متبدل ہے، تبدیلیئے جسم کے ساتھ ہر گز نہیں بدلتا اس لئے یہ "میں" جسم ہر گز نہیں ہو سکتا، جسم بدلتا ہے، پران بدلتا ہے، اکرم اندریاں اور گیان اندریاں بدلتی ہیں، من بدلتا ہے، بدھی بدلتی ہے، مگر جس پر "میں" کا اطلاق ہے، وہ نہیں بدلتا، بدستور ویسے کا ویسا ہی رہتا ہے، سب تبدیلیوں کو تماشبین کی طرح دیکھتا ہے، مگر خود تبدیل نہیں ہوتا، یہ "میں" کا سب سے اونچا اطلاق ہے، اسی کو آتما یا جیو کہتے ہیں، اس آتما کا سروپ جاننا ہی گیان کہلاتا ہے۔ اس گیان کو پراپت کرنے کے لئے یوگ واشسٹ میں کئی طرح کی یکتیاں لکھی گئی ہیں، ہم ایک پرسنگ کو یہاں درج کرتے ہیں:۔

رام:۔ مہاراج! کسی شخص کا تو یہ حال ہوتا ہے کہ سمادھی کی اوستھا کو پراپت کر کے بھی اگیانیوں کی طرح دنیا کے کاروبار کرتا دکھائی دیتا ہے، اور اس کے برعکس کوئی شخص سمادھی لگائے گوشۂ تنہائی میں بیٹھا رہتا ہے ان دونوں میں کون افضل ہے؟

مہرشی واشسٹ جی نے فرمایا:۔

کہ جو شخص دنیا کے تمام تماشوں کو اناتما (درشیہ) روپ کر کے دیکھتا ہے۔ اور خود کو اکرتا مانتا ہوا اندر سے شانت رہتا ہے اُسی کو سمادھست کہا جا سکتا ہے۔ یعنی اُسی نے ہی سمادھی کو پراپت کیا ہے، جس شخص کو یہ یقین واثق ہے، کہ دنیا کے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں، وہی شانت رہا کرتا ہے۔ اب وہ کار وہار کرے یا دھیان میں بیٹھا رہے، دونو حالتیں اُس کے لئے برابر ہیں، جس پرش نے دھیان تو لگا رکھا ہے، لیکن من کی برتیاں چنچل ہیں، ایسے پرش کا دھیان نشپھل ہی ہے، لیکن جو پرش باہر وہار کرتا ہے، چلتا، پھرتا، اور سنسار میں وکھشپت نظر آتا ہے، لیکن چت میں واسنا

نہیں رکھتا، دراصل وہی پُرش سمادھی میں ہے۔ چِت کو سمادھان کرنے کا نام ہی سمادھی ہے، آنکھیں بند کر کے بیٹھنے کا نام سمادھی نہیں ہے۔ پس گیانی بیوہار کرے یا جنگل میں تنہا رہے، دونوں صورتوں میں وہ ایک جیسا ہی نشچے رکھتا ہے۔ اُس کی طبیعت میں شک و شبہات باقی نہیں رہے، وہ ہی موکش پد کو پہنچ گیا ہے ؎

اگر دِل گرفتار ہے مخمصوں میں، تو خلوت بھی بازار سے کم نہیں ہے
اگر تیرے دِل کو ہے یکسوئی حاصل، تو بازار میں بھی تُو خلوت نشیں ہے

جس کے من میں واسنا نہیں ہے، وہ سب کچھ کرتا ہُوا بھی ایسی طرح کچھ نہیں کرتا، جس طرح کوئی کتھا میں بیٹھا ہُوا دُور دراز مقاموں کے خیالات میں مستغرق ہو۔ تو وہ سُنتا ہُوا بھی کتھا نہیں سُنتا۔ اسی طرح جس کے دِل میں واسنائیں بھری ہوئی ہیں وہ کچھ نہ کرتا ہوا بھی سب کچھ کرتا ہے۔ جیسے کسی حصہ بدن کی حرکت سے آدمی کو خواب میں یہ محسوس ہو کہ میں کنوئیں میں جا پڑا ہوں۔ پس من کی کچھ نہ کرنے کی جو حالت ہے، اُسی کا نام سمادھی ہے۔ من اگر چنچل ہے۔ تو اس کو اضطراب کا باعث جانو، اور اگر ٹھہرا ہُوا ہے۔ تو اُس کو دھیان کی حالت جانو،

پس کوشش یہ کرو، کہ من میں خیالات کے یہ سلسلے اُٹھنے نہ پائیں، من کے بے واسنا اور قائم ہونے کی حالت کو دھیان کہتے ہیں۔ یہی ذاتِ محض اور شانتی کی حالت ہے، جس من میں واسنائیں کم ہوتی جاتی ہیں، وہی من موکھش کا ہیتو ہوتا ہے، تم من کو نرواسنا کرنے کی کوشش کرو، واسنائیں جتنی موٹی ہوں گی، اتنی ہی من کو کرتا اور بھوگتا پن کی بھاونا ہوگی۔ پس واسناؤں کو گھٹاؤ۔ یہ واسنائیں ہی ہر قسم کا دُکھ پیدا کرتی ہیں۔ من میں سے دُنیوی چیزوں کے خیال نکال دو، جس طرح چاہو بیٹھ جاؤ۔ اس صورت میں تمہیں محل اور پہاڑ کی گپھا دونوں ہی یکساں ہوں گی، گیانی کی نظر میں بستی اور جنگل یکساں ہی ہوتے ہیں۔

اگر تمہارے من میں ٹھنڈک ہے، تو تمام جگت ٹھنڈک دینے والا محسوس ہوگا۔ اگر من میں ہوس کی آگ روشن ہے، تو تمام دُنیا میں آگ لگی ہوئی دکھائی دے گی۔ جس شخص نے من کو ایکاگر کر کے آتما میں ہی دھیان لگایا ہے۔ وہ کرم اندریوں سے کام کرتا ہُوا بھی خوشی اور رنج سے بالاطاق رہتا ہے، اُسی کو سماہت چِت کہتے ہیں،

(اوم شم) گورکھ ناتھ نندہ

لالہ کانشی رام صاحب چاولہ کا ہردلعزیز لٹریچر

رسالہ "شکتی" دہلی سے منگوا کر پڑھیں

امرت کنٹھ ۱/۸/- روپیہ آپ بیتی ۱/۴/- لطیف زندگی ۱/۴/- فدا سا ۱/۸/- اتحادی شمع ۱/-/- پریت سینچیے ۱/-/- من جیتے جگ جیت (ہندی) ۱/۱۲/- نادانیاں ۱/۴/- نورانی کہانیاں ۱/۴/- نعرہ حق ۱/-/- گیتا مہک ۱/-/- گیتا چہک ۱/-/- گیتا ٹہک ۱/-/-۔

دیگر ہر قسم کی دھارمک کتابیں ہمارے دفتر سے مل سکتی ہیں، ڈاک خرچ علاوہ۔

(مینیجر)

تلسی رامائن اُردو

معہ دوہے چوپائیاں اور ان کا اردو ترجمہ درج ہے۔ کاغذ ولیسی ۲۴ پونڈ لکھائی چھپائی دیدہ زیب ہے،

قیمت ۱۰/۸/- رعایتی ۸/۸/-

(ڈاک خرچ بذمہ خریدار)

(مینیجر)

ہمارا جیون لکشیہ کیا ہونا چاہئے

از
برہمانند
نندہ
ایڈیٹر

اس یگ میں یہ پرشن اتنا سادھارن ہو گیا ہے کہ اس وشے میں کسی کو وچار کرنے کی آوشیکتا ہی نہیں رہ گئی۔ پاشچاتیہ شکشا (مغربی تعلیم) اور چکا چوند اتپن کرنے والی آدھونک سبھیتا یعنی مغربی تہذیب سے پربھاوت منش کا ایک ہی لکشیہ ہو سکتا ہے، اور وہ ہے زیادہ سے زیادہ سکھ حاصل کرنے کے بھوتک سادھن پیسہ اکٹھا۔ اس اُدیش کی پورتی میں ہر کوئی رات دن لگا ہوا ہے۔ پھوٹی کوڑی رہت غریب سے لے کر کروڑپتی سیٹھ تک سبھی کا لکشیہ ایک ہی ہے۔ ایک غریب اپنی چار آنے کی کمائی سے شریر کا بوجھ ڈھو رہا ہے۔ تو امیر کی آمدنی بھی شریر کی وِلاستا (عیش و عشرت) میں ہی خرچ ہو رہی ہے۔ زیادہ محنت کرنے پر بھی جب منش کی اچھائیں اکانکشائیں (خواہشات) پورن نہیں ہوتیں، تو وہ خود بخود ہی اصلی راہ سے بھٹک جاتا ہے۔ اس کی ضمیر مر جاتی ہے، اور اس میں راکھشی پرورتیاں جاگرت ہو اٹھتی ہیں۔ اپنا مطلب حل کرنے کے لئے وہ اُچت انوچت کچھ بھی کرنے کو تیار ہو جاتا ہے، آج زیادہ تعداد لوگ اسی زمرہ میں آ جاتے ہیں، ان میں دیوی گنوں کا ہراس ہوا جاتا ہے۔ اور دھن کی لالسا کے ساتھ آسری برتیاں بڑھتی جاتی ہیں۔

کھید کا وشے ہے کہ سوتنترتا (آزادی) پراپت کرنے کے بعد بھی بھارت کی آتما ودیشی پربھاو سے مکت نہیں ہو پائی ہے۔ آج بھی جیون کا سہی مولیہ پراپت کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہو رہی، جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ دیش میں سروتر نیتکتا — नैतिकता یعنی　　کی جڑیں کھودی جا رہی ہیں، پانچ سالہ یوجناؤں (پانچ سالہ پلان) سے دیش کی بھوک تو مٹ سکتی ہے، لیکن لکش ہین جن سادھارن (مقصد سے، بہت عام لوگوں میں وِلاستا (عیش و عشرت) کی جو باڑھ وِیاپت ہو جاتی ہے۔ اس کی تریپتی کیسے ہو گی؟ آج سارے دیش میں اشانتی کا واتاورن چھایا ہوا ہے۔ پچاس روپیہ ماہوار آمدن سے لے کر پانچ ہزار تک کمانے والے ویکتی تک سبھی کو یہ شکایت ہے کہ ان کا گزارہ نہیں چلتا۔ کیا ہماری سرکار کو ایسا وشواس ہے کہ بھارت کے ہر ایک منش کی آمدن کبھی نہ کبھی پانچ لاکھ روپیہ اوشیہ ہو جائے گی؟ یدی نہیں، تو جنتا میں وِیاپت اس اشانتی کا اس کے پاس کیا اپائے ہے؟ ضروریات زندگی مثلاً روٹی، کپڑا، مکان وغیرہ کا پربندھ تو سب کے لئے ہو ہی سکتا ہے، اور ہونا بھی چاہئے، لیکن سمسیا کا سمادھان اسی تک محدود نہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو لکھ پتی سیٹھ کو کالے دھندے (سیاہ کارنامے) کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔

مہاتما گاندھی کے بھارت کو سچیت ہونا چاہئے کہ اس کا سوراج اسے کہاں لے جا رہا ہے پچھمی سبھیتا کی چکا چوند میں کہیں وہ بھی راستہ تو نہیں بھٹک گیا؟ دھرم کے نام سے ہمیں چڑھ ہو سکتی ہے کہ وہ ورگ بھید اتپن کرتا ہے، لیکن جیون میں اس کا جو ستھائی مہتو ہے، اسے ہم کیسے چھوڑ سکیں گے؟

نشچے ہی جب تک منش کے جیون کا لکش (مقصد) ادھیاتمک نہیں ہو گا۔ اسے مرگ ترشنا (آب سراب) کے چکر میں بھٹکنا ہو گا۔ اتنے لمبے عرصہ تک کہ جس کا کوئی اختتام نہیں۔

آج کے بھوتک وادی واتاورن میں منش کی آتما کس طرح چھٹپٹا رہی ہے۔ یہ کوئی رہسیہ کا وشے نہیں، ایک بار پھر

سنسار کو آسُری پرکرتی نے آچھادت کر لیا ہے، اپنے دھنوک سرُوپ کو بھول کر منش پھر اپنے آپ کو بھوتک شریر ماتر مان بیٹھا ہے، بِدّیا کا لوپ ہو چکا ہے اور اوِدّیا کا گھن اندھکار چاروں اور ویاپت ہے، بھوتک تتوؤں کا گیان ہی آج گیانی وگیانی مانا جاتا ہے اور سب جگہ اُسی کا سمان ہوتا ہے، وِشیوں کی پورتی کے لیے نئی نئی ایجادات ہو رہی ہیں اور دن پرتی دن منش جاتی وِلاسنا (عیش و عشرت) کی دَلدل میں ادھک پھنسی جا رہی ہے۔ اس یگ میں کِسی کو اِتنا اوکاش (فرصت) ہی نہیں رہ گیا۔ کہ وہ یہ سوچ سکے، کہ آخر اتنی ساری دوڑ دھوپ کا پھل کیا؟ بھوجن، وستر، مکان دھن، ایشوریہ، سبھی کچھ پراپت ہو جانے پر بھی ہماری پوری ترپتی کیوں نہیں ہوتی؟ سبھی کولہو کے بیل کی طرح آنکھوں پر پٹّی باندھے چلے جا رہے ہیں اُس ہیتھ پر — جس کا کوئی انت نہیں۔

اپنے پُورو جوں کے جیون اور شِکھشا کا وسمرن کر کے ہم ایسے اندھیرے کنوئیں کی طرف تیزی سے چلے جا رہے ہیں جس میں گرنے کے بعد اُس میں سے نکلنا ناممکن ہو جائے گا۔ کیا ہم پنچ مہابھوتوں (آکاش، وایو، اگنی، جل اور پرتھوی) سے بنے ہوئے یہ بھوتک شریر ماتر ہی ہیں۔ یا اس کے علاوہ بھی ہماری کچھ ستّا ہے؟ اس پرشن کا منن اور ندھیاسن کر کے جب تک ہم اپنے آپ کو نہیں پہچانیں گے، ہمارا کلیان کبھی بھی نہیں ہو سکتا۔ اگر ہم چاہتے ہیں۔ کہ سکھ دُکھ روپی دوندوں سے چھٹکارا پا کر ہم مستقل شانتی پراپت کریں، تو ہمیں اپنی پہچان کرنی ہی ہوگی، سبھی دھرم شاستر اس بات کی گھوشنا کرتے ہیں۔ کہ جڑ جگت کو چیتنا دینے والی کوئی چیتن شکتی ضرور ہے، جس کی ستّا کے بِنا اس وِشو کا قائم رہنا ہی ناممکن ہے۔ وہ چیتن شکتی ایسا تتو ہے جو انو انو (ذرّہ ذرّہ) میں ورتمان ہے اور واستو میں (دراصل) یہ سمپورن جگت اُسی کی لیلا ماتر ہے، جن مہاپُرشوں نے اُس تتو کو اپنے انوبھو دوارہ جانا ہے، اُن کے مت انوسار منش جیون کا واستوک دھییہ (صحیح مقصد) اُسی پرم تتو کی پراپتی ہے۔ یہی وہ آتم تتو ہے، جسے سرو تر ویاپک اور سرو شکتیمان ہونے کے کارن پرماتما کی اپادھی سے وِبھوشت کیا جاتا ہے۔ اُسی کا چیتن انش یہ جیو ہے، جو اپنے کو الپگیہ (چھوٹا) پاپی، اور دین ہین جان کر دُکھی ہو رہا ہے۔ کارن کہ اپنے سرُوپ کو بھول کر اپنے آپ کو تُچھ پنچ بھوتک شریر ماتر سمجھ بیٹھا ہے یہی اُس کا اگیان ہے جس کے دور ہوئے بِنا اُس کا کلیان ناممکن ہے جب تک اُسے یتھارتھ گیان دوارہ یہ انوبھو نہیں ہو جاتا کہ وہ تو اس شریر میں وِدّیمان ایک الگ ستّا ہے، جو اجنما، اکرتا، ابھوگتا اور سدا ایک رس رہنے والی آنند سرُوپ، سدا شانت چیتنا ہے۔ تب تک مایا وی دوند آتمک پرکرتی اُسے پریشان کرتی ہی رہے گی۔ یہ نِشچت ہے کہنے کو تو آپ نے کہہ دیا اور ہم نے مان لیا کہ میں یہ شریر نہیں ہوں۔ بلکہ آتما ہوں۔ تو کیا اتنے ماتر سے ہمیں گیان ہو گیا؟ واستو میں اس سمے بھارت کے زیادہ تر واچک گیانی ایسے ہی ہیں، جو انوبھو شونیہ ہیں۔ اور نام ماتر کے گیانی ہیں۔ اُن کے ویش کو دیکھ کر ہم انہیں ایشور بھگت، وِرکت سادھو، یوگی اور نہ جانے کیا کیا سمجھ لیتے ہیں۔ اُن کے اُپدیشوں سے یہی گیات ہوتا ہے۔ کہ مہاتما پہنچے ہوئے ہیں کِنتو اُن کی کتھنی اور کرنی میں کتنا بھید ہوتا ہے۔ اس کی پرکھ ہم نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اس وِشے میں ہم سویّم (خود) اناڑی ہوتے ہیں اس لئے پرایا (اکثر) گرہستی لوگ شردھا میں ڈوبے ہوئے۔ یہ وِشواس کر لیتے ہیں۔ کہ باباجی کی کرپا ہو گئی؟ بس اب تو بیڑا پار ہے۔ وہ گورو ڈوم ابادی کے چکر میں پھنس کر کئی طرح کی اناپ شناپ کریاؤں میں اپنا امولیہ سمے کھو دیتے ہیں۔ پر انہیں سدھی کی پراپتی نہیں ہوتی۔ ورشوں تک گورو سیوا کے بعد بھی وہ خود کو وہیں پاتے ہیں، جہاں سے شروع ہوئے تھے۔ اس میں زیادہ دوش سویّم گرہستیوں کا ہی ہے جو سنسار میں رہتے ہوئے ہمیں بھول جاتے ہیں۔ مگر پرمارتھ کے راستے میں بھی انہیں مورکھ بنا کر اپنا اُلّو سیدھا کرنے والوں کی کمی نہیں۔ اس

یہ جگیاسوؤں کو ایسے لوگوں سے بچ کر ہی رہنا چاہئے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آتما کے گیان کا انوبھو کیسے ہو؟ اس پرشن کے اُتر میں وید، شاستر، پُران اور دیگر انیک گرنتھ اتنے لکھے جا چکے ہیں کہ اُن کا پڑھنا تو درکنار گنتی کرنا بھی مشکل ہے، پھر اُن میں وِشے کا اتنا ادھک وستار اور ایسی وِرودھ ہے کہ کسی نشچے پر پہنچنا سادھارن بات نہیں، اس لئے یدی ہم گرنتھوں کے گورکھ دھندے میں پھنسے رہ گئے تو بھی ہمارے کلیان کی آشا نہیں۔ ادھین سے ہماری بدھی کا تو پرشکار (عقل کا تیز ہونا) ہو سکتا ہے۔ جو آتم شدھی کا نشچے ہی اونیک انگ ہے لیکن اتنے بھر سے آتم ساکھشاتکار نہیں ہو سکتا۔ پرماتما کے درشن کے لئے تو دھیان یوگ کا نرنتر ابھیاس کرنا ہی ہوگا، وہ ابھیاس کیا ہے اور کیسے کیا جاتا ہے یہ بھارتیہ جنتا کیلئے ڈھکی ہوئی (چھپا ہوا) وِشے نہیں، گو ہمارے دیش میں کئی پرکار کے ابھیاس پرچلت ہیں، تاہم اُن سب کا لکش ایک ہی ہے۔ اگر اپنے لکش کو دھیان میں رکھ کر اُن میں سے کسی ایک کو ہم اپنی اچھا اور سوبھاؤ کے انوکول ہونے کے کارن پورن شردھا اور وشواس کے ساتھ اپنے جیون میں دھارن کر لیتے ہیں، تو شیگھر ہی ہمیں سپھلتا پراپت ہونے لگے گی،

ویدک دھرم میں آستھا رکھنے والے ہندوؤں کو چاہئے کہ وہ اپنی شردھا کے انوسار جہاں دیگر گرنتھوں کا پاٹھ کرتے ہیں وہاں شریمد بھگوت گیتا کو وِشیش رُوپ سے اپنائیں۔ کیونکہ جگیاسو کو سہل منورتھ کرنے میں یدی کوئی ایک ہی پستک سہائیک ہو سکتی ہے تو وہ یہی بھگوت گیتا ہے، اس لئے بھگوان وید ویاس جی نے اس کو اتنا مہتو دیا ہے کہ:-

गीता सुगीता कर्तव्या किमन्यैः शास्त्र विस्तरैः
या स्वयं पद्मनाभस्य मुख पद्माद्विनिःसृता ॥

ارنجھات۔ شری گیتا جی کا بھلی پرکار ادھین کر کے اُسے اپنے جیون میں دھارن کر لینا چاہئے۔ پھر انیہ شاستروں کے وِسترت ادھین کی اپیکشا ہی نہیں رہیگی۔ جو گیان سویَم بھگوان وشنو نے اپنے مکھارویند سے دیا ہو اُس سے ادھک بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے، جس گیتا کا پُنیت کنٹھ سے سنسار بھر کے سبھی مہا پرشوں نے گایا ہو اور جو آج بھی کروڑوں جیوؤں کو ترپت کر رہا ہو، نشچے ہی اُس کی مہما اپرم اپار ہے، لوکمانیہ تلک، مہاتما گاندھی اور پنڈت نہرو، جیسے مہا پرش آتپت کرنے والی اس امرت بانی میں ادبھُت الوکک شکتی ہے، ہمیں بھی اُسی کی شرن میں جانا چاہئے۔ —— برہمانند

ورتمان شکھشا

(صفحہ ۱۲ سے آگے)

کو گرہن کرنا سمست سنسار کا بھار اُٹھانا ہے، آدرش گرہنی اور آدرش ماتا — سماج میں ناری کے یہ دو رُوپ ہی آدرنیہ اور انوکرنیہ ہو سکتے ہیں، نسبیر اکراپی نہیں، کنتو انیت کھید کا وِشے ہے کہ ان ذمہ داریوں کو سمجھنے اور ان کا پورا پورا گیان پراپت کرنے کے لئے ورتمان استری شکھشا میں کوئی وِدھان ہی نہیں،

آج ہم سوتنتر ہیں، ہمیں اب موقعہ ملا ہے کہ اس شکھشا پرنالی میں کرانتی اُتپن کریں۔ استریوں کے لئے گرہیہ وگیان (گرہست دھرم کی شکھشا) خلقی لابھدائیک ہوگی اُتنی بھوتک وگیان (سائنس) کی نہیں، گرہ کے ہر ایک کام کی جانکاری اُسے کرنے کا ابھیاس ہونا اُن کے لئے نہایت ضروری ہے۔ — اب وہ سمے آگیا ہے کہ ہماری شکھشا کے درشٹی کون میں ضروری پریورتن کیا جاوے، آج اُس ناری شکھشا کی ضرورت ہے جس سے بھارتیہ ناری اپنا کھویا ہوا گورو پھر پراپت کر کے بھارتیہ

ورتمان شکشا اور ناری

از
شریمتی اُما نندہ

یہ پرسنتا کی بات ہے کہ آج بھارت کی سمپورن جنتا شکشا کی اور آکرشت ہو رہی ہے۔ بال بِردھ استری پرش سبھی اس دشا میں تیزی سے بڑھ رہے ہیں، پرنتو لکش ہین پتھک منزل سے بے خبر مسافر کی بھانتی، ہیتھ سے انجان۔ شکشا کا واستوک اُدیشیہ ہے منش کے بھیتر چھپی کلیان کاری پروِرتیوں کا وِکاس کرنا، اب پرشن یہ ہے کہ کیا پرش تتھا استری کی پروِرتیاں ایک سی ہیں؟ ان کے وکاس کا کھشیتر ایک ہی ہے؟ کیا دونو کو ایک ہی جیسی شکشا گرہن کرنے کی ضرورت ہے؟

گہرائی سے وِچار کرنے پر جواب ملتا ہے "نہیں" جب دونو کی شریر رچنا میں بھید ہے اور کاریہ کھشیتر بھی مختلف ہیں، تو پھر ایک ہی تعلیم دونو کے لئے کیسے مفید ہو سکتی ہے؟ محض ودیشی بھاشا میں بی اے، ایم اے کی ڈگری پراپت کر لینے سے ہی کوئی استری وِدوان نہیں بن جاتی۔ اُس میں وِدویہ گُن نہیں آجاتے، اپنی سبھیتا تتھا سنسکرتی کا بلیدان دے کر ودیشی بھاشا سیکھ لینی، فائدہ کی بجائے نقصان کا ہی سودا ہے۔ اس پَشچمی شکشا کے کارن جو بھیانک وِچار آج ناری جاتی میں جاگرت ہو رہے ہیں۔ اُن سے سماج کی اخلاقی تتھا دھارمک ہانی ہو رہی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ناری کو پڑھانا ہی نہیں چاہئے کِنتو جو شکشا ناری کے سوبھاوک گُنوں، ماترِتو، سنیتو، شیلتا، چار اور مادھریہ کو نشٹ کر چنچلتا بڑھا دیتی ہے، اسے اُچیہ شکشا کہنا سراسر انیائے ہے، دراصل اُتم شکشا وہی کہلا سکتی ہے جس سے سدگُنوں کا وِکاس ہو اور سنسکرتی کی رکھشا ہو، جس شکشا دوارہ ناری کو اپنے واستوک سروپ تتھا کرتویوں کا گیان ہو وہی ہتکارک شکشا ہے،

اس مغربی تعلیم کی کرامات دیکھئے کہ ایک طرف برہمچریہ آدرشیم کا پاٹھ پڑھانے والے بھارت کے نولوک آج گر یجوایٹ بن کر جیبوں میں ہاتھ ڈالے، منہ سے سیگریٹ کا دھواں اُڑاتے "شکار" کی تلاش میں سڑکوں پر آوارہ گھومتے نظر آتے ہیں۔ تو دوسری طرف بی اے ایم اے کی ڈگریاں حاصل کئے ہوئے نوجوان لڑکیاں رنگ برنگی تتلیوں کی بھانتی ایک لیشپ سے دوسرے لیشپ کو سونگھتی پھرتی ہیں، بنا کلب اور ہوٹلوں میں گئے اُن کا دل بہلاؤ ہی نہیں ہو پاتا، چوکے چولھے کے تو نام سے ہی رنگ کالا ہونے لگتا ہے۔ آمدن ہو یا نہ ہو فیشن نہیں گھٹنا چاہئے، لجّا نام کی تو کوئی وستو اُن کے پاس نہیں پھٹکنے پاتی، آدھی آدھی رات تک کلبوں میں اور پارٹیوں میں گھور وِلاستا (عیش عشرت) کے سامان جٹتے رہتے ہیں اس دام مارگی واتاورن میں رہنے اور گندی پُستکوں کے پڑھنے سے اُن کے مانسک وِکار بڑھتے جا رہے ہیں جس کا پرنام یہ ہو رہا ہے کہ جوانی سے پیشتر ہی نانا پرکار کے روگ پیدا ہو جاتے ہیں، جو اُن کے شریر کو نربل اور شکتی ہین بنا دیتے ہیں، اور مانسک شانتی کا گلا گھونٹ ڈالتے ہیں۔ یہ ہے آج کل ہماری اُنتی، اور یہ ہے ورتمان شکشا کا دکھد پرنام، ہماری بہنیں دھن تتھا سواستھ کو کھو کر، رات دن ایک کر کے ایڑی چوٹی کا پسینہ بہا کر جو کچھ سیکھتی ہیں اُس کا اُن کے جیون میں کوئی اُپیوگ نہیں ہو پاتا۔

ہمیں یہ نہ بھولنا چاہئے کہ سنسار میں سب سے مشکل بھار استری کے کندھے پر ہے، کیونکہ وہ "ماں" ہے، اور ماترِتو

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

بھارت اَب وہ دیپ جلائے

از
شری گیان چند منصور

دویش کی اندھی رین میں جگ کو
پریم کی راہ دِکھائے
بھارت اَب وہ دیپ جلائے

جس کی جیوتی سے اندھیارا
جیوتی رُوپ ہو جائے
بھارت اَب وہ دیپ جلائے

جُگ جُگ کی دُکھیاری سرشٹی
نِشدِن پُشپ نائیں مُسکائے
بھارت اب وہ دیپ جلائے

ستیہ، اہنسا سے جل جائیں
جھوٹ، کپٹ کے سائے
بھارت اَب وہ دیپ جلائے

کب سے پیاسی ہے یہ دھرتی
گیان امرت برسائے
بھارت اَب وہ دیپ جلائے

(خاص "شکتی" کیلئے)

جلوہ ہرجائی

از۔ شری امر چند جی قیس

دشت میں سبزہ زار میں
بحر میں آبشار میں
سنگ میں کوہسار میں
جلوہ ترا کہاں نہیں؟

برق میں یا سحاب میں
آب میں یا سراب میں
پیشِ نظر، نقاب میں
جلوہ ترا کہاں نہیں؟

باغ میں لالہ زار میں
راغ میں جوئبار میں
عرصۂ روزگار میں
جلوہ ترا کہاں نہیں؟

ہر رُخ دل نواز میں
ہر دلِ عشق باز میں
ناز میں یا نیاز میں
جلوہ ترا کہاں نہیں؟

(خاص شکتی کیلئے)

رسالہ "شکتی" دہلی کا سالنامہ

"شوانک"

اُردو رسالہ شکتی "دہلی کے "شوانک" کی تیاریاں شروع ہوگئی ہیں، شوبھگتوں کے لئے اور خصوصاً آتم گیان کے جگیاسوؤں کیلئے یہ اعلیٰ پایہ کی پُستک تیار ہو رہی ہے اسمیں برہم گیان کے فلسفہ کے علاوہ بیسیوں مہاپُرشوں کی جیونیاں دی جا رہی ہیں، جن کا پربھاو من پر پڑنے سے منش کے انتہ کرن کا کایا کلپ ہو جاتا ہے اور وہ انسر سے دیوتا بن جاتا ہے بھارت کے چوٹی کے وِدوان اسکی قلمی معاونت فرما رہے ہیں، ماہ دسمبر ۱۹۵۶ء کے پرچہ میں ناظرین "شکتی" کو اس کے مضامین کا مفصل تعارف کرایا جائیگا۔

ٹائیٹل پیج انگلش آرٹ پیپر پر دو رنگ میں چھپے گا بھگوان شو اور پاربتی کی تصویر کچھ ایسی نرالی شان سے ہمارے آرٹسٹ نے تیار کی ہے کہ اُس کو دیکھ کر من یہی چاہتا ہے کہ اسکو دیکھتے ہی رہیں،

شوانک اُردو زبان کا بہترین شاہکار بڑے صفحات یعنی ۲۰×۳۰/۸ رسالہ سائز کے ۱۶۰ صفحات پر مشتمل اور شاندار تصاویر سے مزین ہوگا اسکی قیمت فی کاپی دو روپیہ مقرر کی جائیگی۔ لیکن "شکتی" کے مستقل خریداران کو یہ بطور تحفہ سالانہ چندہ میں ہی مفت بھینٹ ہوگا، رسالہ شکتی کا سالانہ چندہ ۶/۱/۰ روپیہ مقرر کیا گیا ہے، لیکن یکم دسمبر ۱۹۵۶ء تک رعایتی چندہ صرف پانچ روپیہ (۵/۱/۰) رہے گا ہر دھرم پریمی کو اس خاص رعایت سے ضرور لابھ اُٹھانا چاہئیے۔

نویدک :- برہمانند نندہ

نوٹ :- یکم دسمبر کے بعد یہ رعایت نہیں ہوگی۔

مہان شکتی کا منبع

از قلم مہاتما دولت رام جی

منشیہ کو جب بھی کبھی دُربلتا پیدا ہوتی ہے۔ وہ بھئے سے ہی ہوتی ہے اور بھئے ہمیشہ غیر سے ہوتا ہے شرتی میں بھی کہا ہے

द्वितीयाद्वै भयं भवति ॥

اس لئے یہ سدھ ہوا کہ بھئے کو جڑ سے اکھاڑنے کے لئے دوئی کی بیخ کنی کرنی ہوگی اور دُربلتا کو ختم کرنے کے لئے بھئے کو مٹا دینا ہوگا اور بھئے کی نورتی کے بغیر دُربلتا دُور نہیں ہو سکیگی۔ لہٰذا ہمیں دُربلتا کو کیول دُور ہی نہیں کرنا ہے بلکہ شکتی کا سنچار بھی کرنا ہے اور وہ شکتی کا سنچار ادویت درشن سے ہی ممکن ہے، ادویت درشن سے مُراد برہم ساکشاتکار ہے، کیونکہ چھاندوگیہ شرتی پھر یہاں پکارتی - एकमेवा ऽद्वितीयं ब्रह्म

کہ برہم ہی سجاتی، وجاتی اور سوگت بھید سے رہت ہے، یعنی ادویت یا وحدت الوجود ہستی ایک برہم ہی ہے،

سجاتی بھید کا مطلب وہ تفریق ہے جو دو یا دو سے زیادہ ہم جنسوں میں پائی جاتی، جیسے ایک انسان کا دوسرے انسان سے فرق۔

وجاتی بھید سے مراد وہ تفریق ہے جو دو غیر جنسی چیزوں یا جانداروں میں پائی جائے جیسے گھوڑے اور گائے میں لکڑی اور پتھر میں جو فرق ہے وہ وجاتی بھید ہے،

سوگت بھید سے مراد وہ بھید ہے جو ایک ہی چیز میں اپنے انگوں یا اجزا سے پایا جائے جیسے منشیہ کا اپنے ہاتھ پاؤں کان آنکھ ناک سے بھید۔

برہم تینوں بھید سے رہت ہونے کے ساتھ ساتھ جاتی گن، کریا اور سمبندھ سے بھی رہت ہے۔ وہ اپادھی آدک کے بنت

ستیہ جیو، ایشور، جگت کے روپ میں دکھائی دیتا ہوا بھی واستو میں نِراُپادھِک اور شُدھ نرگن نراکار اور نِروِکار ہی ہے۔ شُدھ ستوگن کی اُپادھی سے وہی ایشور، ملِن ستوگن کی اُپادھی سے جیو اور تموپردھان پرکرتی کو لے کر وہی جگت کے روپ میں ظاہر ہوتا، قائم رہتا اور لے ہوتا ہے۔ مگر اصل چیتن سروپ ادھشٹھان میں کبھی بھی کچھ وکار نہیں ہوتا، وہ سدا ایک رس اور جُوں کا توں اپنے آنند سروپ سے پار رہتا ہے کیونکہ اُس کو وناش کرنے یا وکاری کرنیوالی کوئی دوسری وستو واستو میں موجود ہی نہیں۔ وہ اجنما اور امر ہونے سے جنم اور مرن کے مدھیہ میں ہونے والے استیتا (अस्तिता ॥ خاص وقت تک ہی موجود رہنا یعنی وقتی ظہور) ورِدھی[2] ترقی پذیر ہونا۔ اپ‌کھشے[3] زوال کی طرف متوجہ ہونا۔ اور پرینام[4] اپنی حالت کو بدلتے رہنا، ان چاروں وکاروں یعنی کل چھٹوں وکاروں سے مبرا ہے

न जायते म्रियते वा। बिपश्चिन्नायं कुतश्चिन्नबभूवकश्चित्
अजो नित्यः शाश्वतोऽयं पुराणः न हन्यते
हन्यमाने शरीरे ॥

(कठ-३-१-२-१८)

اب اس برہم سروپ کو ستیہ گیان اننت اور آنند کہہ کر شرتی نہ ہی کیول جنم مرن وکاروں سے رہت بتلا رہی ہے بلکہ چیتن سروپ اور دیش کال وستو پرچھید سے رہت یعنی اننت اور دُکھ کے سمبندھ سے شونیہ رہت آنند سروپ بتلا رہی ہے یعنی جس وستو کا واستو سروپ ہی وناشی اگیان یا جڑتا، محدودیت اور دُکھ سے متروک الاسنگ اور مکت ہے وہ بدی ہمارے آتما سے الگ ہو تو بھی ہمیں اس کا کوئی لابھ نہیں

اگر ایک شخص کے پاس اربوں روپے ہیں بھی تو کنگال کو اُس سے کیا لابھ، مگر شرتی پھر خبردار کرتی ہے کہ ایسا ہرگز نہیں وہ تو ہمارا اپنا آپ ہے بلکہ وہ ہم ہی خود ہیں یعنی وید کی شرتی اس کے لئے فرماتی ہے

तत्वमसि अयमात्मा ब्रह्म ॥

یہ آتما ہی برہم ہے، وہ تُو ہے اور گیان وان کا انوبھو بھی یہی تبلاتا ہے

अहं ब्रह्मास्मि ॥ میں خود ہی برہم سروپ ہوں

اور صوفی مت میں اس درجہ پر آکر خود بخود یہ آواز نکلتی ہے کہ

۱۔ اناالحق I and my father are one. (Bible)

۲۔ آتم رام رام ہے آتم (گوروبانی)؛ ان تینوں کا مفہوم ایک ہی ہے (۱) میں ہی حق یا خدا ہوں۔ (۲) میں اور میرا باپ ایک ہی ہیں (۳) یہ آتما رام روپ یعنی پرماتم سروپ ہے اور پرماتما ہی آتم روپ ہے،

اب ذرا غور کر کے دیکھیں کہ جب ہم دیہہ، من، پران، اندریہ ادویا آدک سِدھ نہ ہوتے تو ان کے دھرم بھی ہمارے دھرم نہ ہوتے ہم تو سب کے سب ایک واحد ذات شدھ برہم سروپ ستیہ گیان انت آنند سروپ ہیں، ایسی حالت میں بھے کس کا اور کس کو، شری بھگوت گیتا بھی فرماتی ہے،

नैनं छिन्दन्ति शस्त्राणि नैनं दहति पावक :
न चैनं क्लेदयन्त्यापो न शोषयति मारुतः ॥
अच्छेद्योऽयमदाह्यो ऽयमक्लेद्यो ऽशोष्यएवच
नित्यः सर्वगतः स्थानुर चलो ऽयं सनातनः ॥

गीता-२-२६-२४

ارتھ۔ اس آتما کو شستر نہیں کاٹ سکتے کیونکہ پرتھوی کے وکار ہی کو شستر کاٹ سکتے ہیں، جل بھی اس کو نہیں گلا سکتا، وایو اس کو نہیں سکھا سکتا۔ یہ اچھیدیہ (نہ کٹنے لائق) اداھیہ (نہ جلنے لائق) اشوشیہ (نہ سکھائے جانے لائق) ہے۔ یہ نِت سروتر پری پورن اڈول اور اچل مگر سناتن وستو ہے یعنی آکاش روپ جڑ وستو بھی نہیں

ایسا سدھ ہونے پر نہ تو کوئی آتما کے وناش کا کارن رہا، اور نہ ہی ایسے کوئی مارنے والا ہی نکلا اور نہ اس کے کرم ہی اس کے وناش کے ہیتو ہے پھر اس کا دیہہ آدک میں محدود نہ ہونے سے دیہہ کی ہانی سے اس کی کچھ ہانی بھی نہ رہی۔ اب اس کو بھے کس کا اور کیسے؟ اور پھر اُپنشد پکار کر کہتا ہے کہ سوریہ، اگنی، اندر، ورن اور مرتیو جس کے بھے سے کانپتے رہتے ہیں۔ جس پر ان سب کا کولا ہونے کی بجائے جس کا سب پر کوڑا ہے اُسے بھے کیسے کیوں اور کس سے؟

جو مرتیو کو کھا جاتا ہے جس کی مرتیو ایک چٹنی کے سمان ہے وہ بھلا مرتیو کا شکار کیسے ہو سکتا ہے۔

स्य ब्रह्म च क्षत्रं च उभे भवतोदनः ।
त्यु यस्यो पसेचनं क्व इत्यवेदयत्रसः ॥ (कठोपनिषद्)

ارتھ۔ جس کے لئے برہمن اور کھشتری (گیان اور رکشا کرنے والے) بھات کے سمان اور مرتیو جس کے لئے چٹنی کے برابر ہے اس کو کون جان سکتا ہے کہ وہ کیسا ہے؟ اس برہم کو اپنا آتم روپ جاننے کے بعد پھر اب بھے کیسا اور کس سے، کیونکہ موت سے زیادہ کسی کا بھے نہیں ہوتا اور موت تو خود اس کے لئے نوالہ یا چٹنی کے سمان ہے اب اس کو بھے کیسے اور کیوں؟

(باقی پھر)

رسالہ شکتی کا سالنامہ
"شوانک" ہوگا
یکم دسمبر تک چندہ مبلغ پانچ روپیہ بھیج کر اس انمول پستک کے حقدار بنیں، (مینجر)

زندگی کس لئے ہے؟

از قلم
پروفیسر
نرمل چندرا جی

۱
ایک نازک مرحلے پر

یہاں زندگی سے مراد انسانی زندگی ہے۔ جو اب ایک نازک مرحلے میں سے گزر رہی ہے۔ اگر یہ اس مرحلے سے عبور کرے۔ تب اس کے لئے جینا عین مسرت اور سعادت ہے۔ یہی دُنیا بر زمیں بہشت ہے۔ لیکن اگر ایسا نہ کر پائے۔ تب وہ سخت خطرے میں ہی نہیں بلکہ اس کے لئے ہونا ایک لعنت ہے اور یہی دُنیا بدترین دوزخ ہے

اس لئے زندگی کے متعلق سوچنے والوں کی ذمہ داری ہے کہ اس سوال کی نزاکت کو سمجھ کر اس کا حل تلاش کریں۔ اور اہلِ دُنیا کو فرضی لوریوں کے ذریعے سُلانے کی بجائے اُنہیں حقائق کی طرف جگانے کے لئے کوشاں ہوں۔

گذشتہ چند صدیوں سے انسان اس بات پر فخر کرتا تھا۔ کہ وہ اس زمین پر واحد ذی عقل وجوُد ہے۔ جو اپنی عقل کی بدولت فطرت (نیچر) کو سمجھ کر اسے قابو میں پا سکتا ہے۔ اور اس کے دل میں یہ سرگرم اُمید تھی۔ کہ وہ اپنی عقل، علم اور تدبیر کے ذریعے ایک دن اپنے مرغوب ترین خیالات کو عملی جامہ پہنا سکے گا۔ وہ ایسی واقعی دُنیا کو زیادہ سے زیادہ تعداد کے لوگوں کے لئے زیادہ سے زیادہ خوشی کا گھر بنانے میں کامیاب ہو کر رہے گا۔

اور یہ بھی درست ہے۔ کہ انسان کا یہ فخر ایک حد تک ٹھیک ثابت ہوا ہے۔ کیونکہ اس نے اپنی عقل و علم کی بدولت اسی زمین پر ایک ایسی مادی دُنیا پیدا کر دی ہے۔ جنکی حقیقت پریوں کے قصّے کہانیوں اور رام راجیہ کے خوابات سے کہیں پرے ہے انسانی دُنیا میں سب سے پُرانا اور نہایت مشکل سوال ضروریات زندگی کی پیداوار کا ہی چلا آیا ہے، جسے اب حل کیا جا چکا ہے۔ اگر اب افراد کے درمیان بھی افلاس پایا جاتا ہے تو اس کا سبب پیداوار کی کمی کی بجائے پیداوار کی ناجائز تقسیم ہے۔ ورنہ سب کے لئے خوشحالی اور آرام کے سامان موجود ہیں اور انسان کی اس سرگرم اُمید کے پورا ہونے کے بھی امکانات دکھائی دینے لگے ہیں۔ کہ ساری نوع انسان میں رشتہ وحدت و اخوت قائم ہو جائے۔ کیونکہ عہد حاضرہ میں نیچر پر فتح مندی اور انسانی وحدت خوابات ہونے کی بجائے ایک حقیقت معلوم ہونے . . . . لگے ہیں اور اس لئے انسان بجا طور پر فخر کرتا ہوا اپنے اور انسانی نسل کے مستقبل میں دلچسپی رکھ سکتا ہے اور وہ سچ مچ ہی نئی بیداری اور اس کے ذریعے غیر محدود طاقت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے

لیکن اس پر بھی انسان میں عام طور پر بے چینی اور پریشانی دیکھنے میں آتی ہے وہ اپنے کام اور کوششوں میں اتنا سرگرم ہونے پر بھی ان کا بے سود ہونا محسوس کرتا ہے اور جب کہ اس کی طاقت مادہ پر غالب ہو رہی ہے۔ وہ خود کو اپنے آپ اور سوسائیٹی میں بے کس محسوس کرتا ہے، اور تسخیر فطرت کے جدید اور بہتر وسائل کو ایجاد کر چکنے پر بھی خود انہیں وسائل کے جال میں پھنسا ہوا اس مقصد کی نظر ہی کھو بیٹھا ہے، جو ان وسائل کو اہمیت دیتا ہے۔ اور مقصد خود انسان ہی تو ہے۔ فطرت کا مالک ہو کر بھی وہ ان مشینوں کا بے بس غلام ہو

رہا ہے۔ جو اس نے اپنے ہاتھ سے تیار کی ہیں، اور وہ مادی علوم میں اس قدر ترقی کرنے پر بھی انسانی ہستی کے متعلق ان سوالات کو حل نہیں کر سکا کہ انسان کیا ہے؟ اسے کس طرح جینا چاہئے؟ اور وہ کس طرح اپنی عظیم طاقتوں کو جگا کر ان کا تخلیقی استعمال کر سکتا ہے؟

اس ناکامیابی کا ہی نتیجہ ہے کہ اب وہ اپنی سیاسی اور اقتصادی اُمیدوں کو چھوڑ کر خود ترقی کے خیال کو ہی ایک وہم تصوّر کرنے لگا ہے اور اسی لئے اب واقعیت پسندی (REALISM) کے تصوّر کی اشاعت شروع ہو گئی ہے۔ جو انسان میں ذرا اعتماد نہیں رکھتا ہے اور جہاں انسانی شان اور طاقت کے تصور نے گذشتہ صدیوں میں انسان عظیم کمالات کے حصول کے لئے جرأت اور توانائی دی تھی۔ وہاں اب انسان کے بے سکت اور ناچیز ہونے کا چرچا ہے۔ اور اب اُن جڑوں کے اُکھڑنے کا بھی خطرہ لاحق ہو رہا ہے، جن سے پہلے اس قدر انسانی کلچر کی نشو ونما ہوئی تھی۔

کبھی تو انسان کو یہ تعلیم دی جا رہی تھی۔ کہ وہ اپنی عقل سے اخلاقی اُصول کے متعلق قطعی طور پر فیصلہ کرنے کے قابل ہے اور نیکی اور بدی میں امتیاز کے لئے الہام کا محتاج نہیں ہے۔ مگر اب وہ اپنے علم میں اعتماد کھو کر انسانی خود مختاری اور عقل میں شک لاتا ہوا اپنی رہنمائی کے لئے کوئی روشنی نہیں دیکھ پاتا اور اب تو وہ یہ خیال کرنے لگا ہے کہ اقدار کے متعلق ہمارے فیصلہ جات اور اخلاقی معیارات کوئی بھی خارجی صحت نہ رکھتے ہوئے بالکل ہی خود سرانہ مذاق یا ترجیح کے نتائج ہیں۔ اور اس انتشار اور ابتری کی حالت میں ریاست کے مطالبات، لیڈروں کی ساحرانہ قوت میں عقیدت، طاقتور مشینیں اور مادی کامیابی ہی اخلاقی اُصول اور اقدار کے معیارات کے چشمے ہو چلے ہیں۔

کیا ہم موجودہ حالت کو اسی طرح رہنے دیں گے؟ کیا ہم اخلاقی معاملات میں عقل کو خیرباد کہہ دیں گے؟ اور کیا ہم اس بات کو قبول کریں گے کہ آزادی اور غلامی، محبت اور نفرت، سچ اور جھوٹ، دیانتداری اور ابن الوقتی، زندگی اور موت کے درمیان امتیازات ہماری خیالی ترجیحات کے سوا کوئی معنی ہی نہیں رکھتے؟

لیکن درحقیقت یہ بات نہیں ہے۔ انسانی عقل اور صرف انسانی عقل ہی اخلاقی اُصول قائم کرنے کی قابلیت رکھتی ہے۔ اور وہی اقدار کے متعلق خارجی طور پر صحیح فیصلے کرنے کے قابل ہے ان فیصلہ جات اور معیارات کی بنیاد انسانی خود مختاری اور عقل پر ہے اور ان کا قیام بھی اس صداقت کی بنیاد پر ہوا تھا۔ کہ نیکی اور بدی کو جاننے کے لئے انسانی فطرت کا علم ضروری ہے۔

چونکہ انسانی اخلاق کی بنیاد انسانی فطرت کے علم پر ہے اس لئے عہدِ حاضرہ کی نفسیات اس بارہ میں بہت مفید ثابت ہو رہی ہے۔ مگر نفسیات بھی ابتک یہ نہیں بتلا سکی۔ کہ انسان کو کس طرح جینا اور کیا کچھ کرنا چاہیئے اس لئے اپنی معلومات کو بے اندازہ وسعت دیتے ہوئے بھی وہ یہی بتلاتی ہے کہ تمام اخلاقی فیصلہ جات غیر شعوری ذہن میں چھپی ہوئی خواہشات اور خوفوں کی عقلی توجیہا کے سوا کچھ نہیں۔ نیز اس نے ابھی تک انسانی شخصیت کا جزوی مطالعہ ہی کیا ہے، مگر انسانی شخصیت کو صرف اس کی کلیت میں ہی سمجھا جا سکتا ہے۔ انسان صرف جسمانی یا صرف روحانی وجود نہیں رکھتا۔ اور انسان کا مقصد انسان ہونے کے سوا کچھ اور نہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے، اور اس مقصد کے اصول کا ذریعہ واحد یہی ہے۔ کہ وہ اپنے (انسانیت) کے لئے جینا سیکھے۔ اپنے سے کسی غیر یا برتر ہستی کے لئے نہیں۔

مگر انسانی فطرت کا علم سائیکیٹری داد RELATIVISM کی طرف لے جانے کی بجائے ہمیں دشواش دلاتا ہے، کہ اخلاقی رویہ کے معیارات کے چشمے خود انسانی فطرت کے اندر پائے جاتے ہیں اور اخلاقی معیارات کی بنیاد انسان کی ذاتی صفات پر ہے اور اس کی خلاف ورزی ذہنی اور جذباتی صحت میں مخل ہوتی ہے۔ نیکی کیا ہے؟ شخصیت کی تکمیل، اور بدی کیا ہے؟ اپنے آپ سے بے پروائی اور اپنا انگ بھنگ، نہ تو [illegible]*

*ترکِ ذات (آتم تیاگ) اور خود غرضی بلکہ اپنے لئے محبت اور فرد کی نفی کی بجائے حقیقی انسانی ذات کا اثبات انسانی اخلاق کی برترین اقدار ہیں

تحریکِ عمل

از
شری گیان چند جی منصور

آ کہ جسمِ قوم میں رُوحِ رواں پیدا کریں
نوجوانوں کے دلوں میں بجلیاں پیدا کریں

برق بھی تھرا اُٹھے جس آشیاں کو دیکھ کر
شاخِ گل پر کوئی ایسا آشیاں پیدا کریں

کب تلک آخر خوابِ خرگوش مقدر کا جنوں
اُٹھ تدبّر سے نیا ہندوستاں پیدا کریں

ہو جہاں عیش و مسرت ہو جہاں امن و سکوں
وہ زمیں پیدا کریں وہ آسماں پیدا کریں

اس جہانِ عیش و راحت کی تو بنیادیں ہیں سُست
اُٹھ عمل کے جوش سے اپنا جہاں پیدا کریں

اس زمین و آسماں کی نبض ساقط ہو چکی
اُٹھ اب اپنے ہی زمین و آسماں پیدا کریں

آج اے منصور! بھارت کو بسانے کے لئے
رام کی تعلیم سے امن و اماں پیدا کریں

دعوتِ عمل

از
شری گیان چند منصور

جو منزل دُور ہے تیری
نہ گھبرا مسکرائے جا
مثالِ ابر دُنیا میں
ہر اک مشکل پہ چھائے جا
قدم آگے بڑھائے جا

اگر ہو کوہ بھی حائل
چلا جا اس کو ٹھکرا کر
اگر ہوں راہ میں کانٹے
نہ ہرگز ان کی پروا کر
نہ دل میں خوف اصلا کر

اگر کوئی رکاوٹ ہو
اسے ہرگز نہ لا دل میں
اگر تجھ کو کوئی ٹوکے
نہ کر پروا ذرا دل میں
نہ کوئی خوف کھا دل میں

اگر ہے عزم پائندہ
بیاباں بھی گلستاں ہے
مگن رہ اپنی دھن میں تو
تری ہر مشکل آساں ہے
خدا تیرا نگہباں ہے

ہوائی جہاز میں شری رامچندر اور سیتا جی

سوامی وویکانند کے روپ میں ہندوتو کو آتم سمرپن کرنے والی مارگیرٹ نوبل یعنی بہن نویدتا نے ایک جگہ لکھا ہے کہ اگنی پریکشا میں کامیاب ہونے پر سیتا جی کو شری رام چندر نے اُس گاڑی میں بٹھلایا جس کے آگے دو سفید ہنس جتے ہوئے تھے۔ لیکن منشی پریم چند نے ہوائی جہاز کی سواری کا جو ورنن کیا ہے وہ بھی بہت دلچسپ ہے۔ بچوں کے لئے یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ کس طرح شری رام چندر نے اپنے سمپرک میں آنے والے ہر ایک آدمی کو چاہے وہ راکشس جاتی کا تھا یا ہندو جاتی کا، اپنا گرویدہ بنا رکھا، جنہوں نے سنگھٹن کو اپنے جیون کا دھیہ بنا رکھا ہے۔ اُنہیں اس لیکھ سے بہت اعلےٰ شکھشا ملتی ہے۔

شری رام چندر نے لنکا پر جس مطلب کے لئے حملہ کیا تھا، وہ پورا ہو گیا۔ سیتا جی چھڑا لی گئیں، راون کو سزا دی جا چکی، اب لنکا میں رہنے کی ضرورت نہ تھی، شری رام چندر نے چلنے کی تیاری کرنے کا آدیش دیا۔ وبھیشن نے جب سنا کہ شری رام چندر جی جا رہے ہیں تو آ کر بولا۔ مہاراج مجھ سے ایسا کون سا اپرادھ ہوا ہے جو آپ نے اتنی جلدی جانے کی ٹھان لی؟ بھلا دس پانچ دن تو مجھے سیوا کرنے کا موقعہ دیجئے، ابھی تو میں آپ کی کچھ مہمان نوازی کر ہی نہیں سکا۔

شری رام چندر نے کہا۔ وبھیشن، میرے لئے اس سے زیادہ خوشی کی اور کون سی بات ہو سکتی تھی۔ کہ کچھ دن تمہارے سنسرگ کا مزہ لوں۔ تم جیسے صاف دل آدمی بڑے بھاگیہ سے ملتے ہیں۔ لیکن بات یہ ہے کہ میں نے بھرت سے چودہ برس کے پورے ہوتے ہی لوٹ جانے کا پرن کیا تھا۔ اب چودہ برس پورے ہونے میں دو چار دن ہی کی دیر ہے اگر مجھے ایک دن کی بھی دیر ہو گئی تو بھرت کو بڑا دکھ ہوگا۔ اگر زندہ رہا تو پھر کبھی ملاقات ہوگی۔ ابھی تو اجودھیا تک پہنچنے میں مہینوں لگیں گے۔

وبھیشن۔ مہاراج، اجودھیا تو آپ دو دن میں پہنچ جائیں گے۔

شری رامچندر — صرف دو دن میں! یہ کیسے ممکن ہے؟

وبھیشن۔ میرے بھائی راون نے اپنے لئے ایک ہوائی جہاز بنوایا تھا۔ اُسے پشپک ومان کہتے ہیں۔ اُس کی چال ایک ہزار میل فی دن ہے بڑے آرام کی چیز ہے، دس بارہ آدمی آسانی سے بیٹھ سکتے ہیں۔ ایشور نے چاہا تو آج کے تیسرے دن آپ اجودھیا میں ہوں گے۔ لیکن میری اتنی پرارتھنا آپ کو سویکار کرنی پڑے گی۔ میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا جہاں آپ کے ہزاروں چاکر ہیں وہاں مجھے بھی ایک چاکر سمجھئے۔

اُسی دن پشپک آ گیا، یہ چیز ادبھت آشچریہ جنک چیز تھی، کل گھماتے ہوا میں اُٹھ کر اُڑنے لگتا تھا، بیٹھنے کی جگہ الگ، سونے کی جگہ الگ، ہیرے جواہرات جڑے ہوئے۔ معلوم دیتا تھا کہ اُڑنے والا محل ہے۔ شری رام چندر اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ لیکن جب چلنے کو تیار ہوئے تب ہنومان سگریو، انگد، نیل، جامونت، سبھی نائکوں نے کہا۔ مہاراج! آپ کی سیوا میں اتنے دنوں کے رہنے کے بعد اب یہ ویوگ نہیں سہا جاتا۔ اگر آپ یہاں نہیں رہتے تو ہم لوگوں کو بھی ساتھ لیتے چلیئے۔ وہاں آپ کے راج تلک کا اُتسو منائیں گے، کوشلیا ماتا کے درشن کریں گے، گورو وششٹ، وشوامتر، بھردواج وغیرہ کے اُپدیش سنیں گے، اور آپ کی سیوا کریں گے۔

شری رام چندر نے پہلے تو سمجھایا کہ آپ لوگوں نے میرے اوپر جو اُپکار کئے ہیں وہی کافی ہیں۔ اب اور زیادہ اُپکاروں کے بوجھ سے نہ دبائیے۔ لیکن جب اُن لوگوں نے بہت ضد کی تو بے بس ہو کر انہیں بھی ساتھ لے لیا۔

سب کے سب وہاں میں بیٹھے اور وہ ہوا میں اُڑنے لگا۔

شری رامچندر اور سیتا جی میں باتیں ہونے لگیں، دونوں نے اپنا اپنا حال بیان کیا۔ جہاز اُڑتا جاتا تھا۔ جس راستے سے آئے تھے، اُسی سے جا رہے تھے۔ اب پہلے سمندر دکھائی دیا۔ اُس پر پل بندھا دیکھ کر سیتا جی کو اچنبھا ہوا، پھر وہ جگہ آئی جہاں شری رام چندر نے بالی کو مارا تھا۔ اس کے بعد کشکندھا پوری پر نظر پڑی، شری رام چندر نے کہا۔ جس راجہ سگریو کی سہائتا سے ہم نے لنکا وجے کی اُن کا مکان یہی ہے۔ سیتا جی نے سگریو کی رانی سے ملنے کی خواہش کی۔ اس لئے جہاز روک دیا گیا۔ لوگ سگریو کے گھر اترے۔ تارا نے سیتا جی کے گلے میں پھولوں کی مالا پہنائی اور اپنے ساتھ محل میں لے گئی۔

دوسرے دن وہاں پھر پہلا۔ شری رام چندر نے کہا۔ دیکھو، یہ وہ بن ہے جہاں ہم تمہیں تلاش کرتے پھرتے تھے، دیکھو وہ چھوٹی سی جھونپڑی دکھائی دے رہی ہے۔ وہ ہی شبری کا گھر ہے۔ یہاں رات بھر جو آرام پایا اُتنا کبھی اپنے گھر بھی نہ پایا تھا۔ یہ لو وہ جگہ آ گئی جہاں جٹایو سے ہماری بھینٹ ہوئی تھی۔ وہ اُس کی کٹیا ہے۔ صرف دیواریں باقی رہ گئی ہیں۔ جٹایو نے ہمیں تمہارا پتہ نہ بتلایا ہوتا تو نہ معلوم کہاں کہاں بھٹکتے پھرتے وہ دیکھو۔ پنچ وٹی ہے، وہ ہماری کٹیا ہے، کتنا جی چاہتا ہے کہ ایک بار چل کر اُس کے درشن کر لوں۔ سیتا جی رونے لگیں۔ آہ یہیں سے انہیں راون لے گیا تھا۔ بڑی مشکل سے شری رام چندر نے انہیں سمجھا بجھا کر چپ کرایا۔

اگستیہ منی کے آشرم میں شری رام نے اُن کے درشن کئے۔ کچھ دیر بعد پریاگ دکھائی دیا۔ وہاں وُہ بھردواج منی سے ملے جنہوں نے بتایا کہ بھرت اجودھیا سے دور نندی گرام میں رہتے ہیں، ہنومان کو آگے بھیجا گیا۔ جب بھرت نے شری رامچندر کے آنے کی خبر سنی تو وہ خوش ہوئے، اگلے دن سویرے شری رامچندر اجودھیا کے لئے چل پڑے، جب اُن کو اُس کے محل نظر آئے تو اُن کا چہرہ چمک اٹھا۔ ساتھ ہی آنسو بہنے لگے، ہنومان سے کہا۔ مترا مجھے دنیا میں کوئی جگہ اپنی اجودھیا سے زیادہ پیاری نہیں۔ "ہند و جالندھر"

مہابھارت

دُنیا کی سب سے بڑی پستک ہے۔ سنسکرت کے ایک لاکھ شلوکوں کا مجموعہ ہے نیتی اور دھرم کا ادبھت گرنتھ ہے، جسکو مہرشی وید ویاس جی نے پانچسال کی شب و روز محنت سے تیار کیا تھا اور جسکو وِدوانوں نے پانچواں وید مانا ہے آج اس کی مانگ روس، عرب اور دیگر ممالک کر رہے ہیں۔ شریمد بھگوت گیتا جو کہ تمام سنسار میں پرسدھ ہے۔ وہ بھی اسی مہابھارت کے بھیشم پرب کا ایک حصہ ہے۔ یہ گرنتھ تمام ویدوں، شاستروں اور پورانوں کا سار ہے، نل دمینتی، دشینت شکنتلا، ستیہ وان ساوتری اور راجہ شوی وغیرہ بیشمار کتھاؤں کے علاوہ کوروؤں پانڈوؤں کے مہابھارت یدھ کا مفصل حال اسمیں پڑھیئے اپنے دھرم کی واقفیت کے لئے ہر ہندو کو یہ گرنتھ ضرور پڑھنا چاہیئے۔ ہم نے اس گرنتھ کو اردو میں چھپوایا ہے جسمیں مکمل اٹھارہ پرب درج ہیں۔ ٹائٹل سہ رنگا اور خوبصورت مضبوط جلد، کاغذ اعلیٰ سفید، لکھائی چھپائی دیدہ زیب حصہ اول صفحات ۷۲۰ قیمت -/۱۲ روپے رعایتی قیمت -/۱۱ روپے،

ملنے کا پتہ:۔ دفتر رسالہ "شکتی" اجمیری گیٹ بازار دہلی

بے سہاروں کا سہارا رام ہے

از
شری بھاگیرتھ لال
زخمی

۱۔ بے سہاروں کا سہارا رام ہے — رام کے ہیں ہم ہمارا رام ہے
۲۔ جان سے پیارا ہمارا رام ہے — دہر کی آنکھوں کا تارا رام ہے
۳۔ طاقتِ دیدار ہونی چاہیئے — چار جانب جلوہ آرا رام ہے
۴۔ کس لئے آئے ہو تم چارہ گرد — میرے دردِ دل کا چارا رام ہے
۵۔ چاند میں سورج میں حُسنِ نجم میں — ذرہ ذرہ میں ہمارا رام ہے
۶۔ کشتیٔ عمرِ رواں کے واسطے — ہے اگر کوئی کنارا رام ہے
۷۔ خرمنِ قلب و نظر جو پھونک دے — وہ محبت کا شرارا رام ہے
۸۔ دیدۂ نرگس سے دیکھے تو کوئی — برگ و گل میں آشکارا رام ہے
۹۔ بر سرِ محفل یہ زخمی نے کہا — زندگانی کا سہارا رام ہے

رام جی کے تیر ہیں

از شری بنیاب علی پوری ادیب فاضل

ہاتھ سے ہی دے دیا تھا سلطنت کا انتظام — تھا کرشمہ رام کے ہی حسنِ عالم گیر میں
ہونے والی بات آخر ہو کے رہتی ہے سدا — مٹ نہیں سکتا جو ہے لکھا ہوا تقدیر میں
لاکھوں ستیائیں پڑی ہیں قید میں مجبور واں — اس پہ بھی آتے نہیں ہیں کیا وجہ تاخیر میں
آئیں گے بنیاب راون سے سیا لینے چھڑا — راست گوئی ہے میرے اس خواب کی تعبیر میں

ایک راون کا نہیں لاکھوں کے سر اڑ جائینگے
ایک بجلی سی چھپی ہے رام جی کے تیر میں

دو شعر

۱۔ اگر قسمت میں ہے اشکوں کا پینا
توپھر گردش میں کیوں ہے جام اب تک

۲۔ نشیمن میں بیٹھا ہوا کانپتا ہوں۔
کہ نادیدہ آفت کا ہے خوف طاری

دیوالی کا سچا لکشمی پوجن

از
لالہ کانشی رام جی چاولہ

دیوالی کا دن آگیا ہے۔ لوگ بڑی خوشیاں منا رہے ہیں، گھروں کی صفائی کی گئی ہے۔ سب سامان باہر نکال کر سارا کوڑا کرکٹ باہر پھینک دیا گیا ہے۔ سارے سامان کو جھاڑا پونچھا گیا ہے ٹوٹی پھوٹی چیزیں جوڑ کر دی گئیں، دیواروں پر سفیدی کرائی گئی ہے۔ میز کرسیوں اور دوسری لکڑی کی چیزوں پر تازہ وارنش کر دیا گیا ہے پلنگوں پر سفید دھلی ہوئی چادریں بچھائی گئی ہیں۔ باہر کی دیواروں پر بھی سفیدی کرائی گئی ہے۔ غرضیکہ مکان کا کوئی حصہ اور مکان کے اندر کی کوئی شے میلی نہیں رہنے دی گئی۔

صفائی کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا۔ نئی نئی تصویریں لائی گئی ہیں ان کو بڑے قرینے سے دیواروں پر لٹکایا گیا ہے۔ نئے نئے کھلونے، گلدستے اور دوسری سجاوٹ کی چیزیں لا کر انگیٹھیوں کے اوپر سجا دی گئی ہیں، جھاڑ فانوس چھت کے ساتھ لٹکائے گئے ہیں، نئے اور رنگدار بلب لائے گئے ہیں۔ باہر دیواروں اور منڈیروں پر چراغاں کرنے کے لئے مٹی کے چراغ اور موم بتیاں کا انتظام کیا گیا ہے، غرضیکہ صفائی کرنے کے بعد سجاوٹ کا بھی پورا پورا انتظام کیا گیا ہے۔ باہر سے تینوں کے دروازے لگائے گئے ہیں، کھانے کے لئے تازہ بنی ہوئی بڑھیا قسم کی مٹھائیاں اور پھل لائے گئے ہیں، پہننے کے لئے نئے کپڑے سلوائے گئے ہیں۔ رسوئی خانے کے لئے اور کھانے کے کمرے کے لئے نئے برتن اور کراکری خرید کی گئی ہے، نئے میز پوش اور انگیٹھی پوش لا کر بچھائے گئے ہیں۔

چونکہ دیوالی کے دن لکشمی پوجن بھی ہوتا ہے۔ اس لئے پوجا کا سامان بھی اکٹھا کیا گیا ہے، پھول، دھوپ، اگربتی، کیسر، چاول، دودھ اور دیگر بہت سی چیزیں اس مطلب کے لئے مہیا کی گئی ہیں۔

سیٹھ دولت رام بڑا امیر آدمی ہے، کئی مکان اور دکانیں ہیں۔ کئی شہروں میں اس کا بیوپار چلتا ہے۔ لاکھوں کا آدمی ہے۔ دھن، مال و دیگر کسی شے کی کمی نہیں۔ اس کے گھر میں بھی خوب صفائی اور سجاوٹ کئے جانے کے بعد لکشمی پوجن کا انتظام کیا جا رہا ہے، تاکہ دیوی لکشمی خوش ہو کر اور زر دولت سیٹھ صاحب کے گھر میں بھیجے۔

سیٹھ صاحب باہر ایک کوٹھی میں رہتے ہیں۔ ان کے ارد گرد اور بھی دوسرے لوگوں کی کوٹھیاں ہیں۔ لیکن سیٹھ دولت رام کے نزدیک ہی کچھ مزدور لوگوں اور دوسرے آدمیوں کے جھونپڑے ہیں۔ سیٹھ کی بیوی مایا دیوی نے مکان کے باہر کی طرف ایک چھوٹی سی جگہ بنا کر اس کے اندر مہالکشمی کی مورتی بنا کر رکھی ہے۔ شام کے وقت اس مقام پر کچھ دیئے جلا کر رکھے، مورتی کو نیا وستر پہنایا ہے کچھ بناوٹی چمکیلے منکوں کے زیور اس کے گلے میں ڈالے ہیں۔ ایک طشتری میں بھوگ لگانے کے لئے مٹھائی لا کر رکھی ہے اور دیوی کو بڑے آدر سے پرنام کر کے اس سے اپنے آنند منگل کی کامنا کی ہے۔ اس کے بعد سیٹھ دولت رام اس کی پتنی اور تین بچے اپنے گھر کو بقعۂ نور بنا کر شہر کی رونق کو دیکھنے کے لئے چلے گئے، سب نے نئے نئے کپڑے پہنے ہوئے تھے، بچوں کے ہاتھ میں مٹھائی کے ٹکڑے تھے جو وہ بڑے شوق سے کھاتے ہوئے ناچتے کودتے اپنے ماں باپ کے ساتھ بازار کی طرف جا رہے تھے

پاس کے جھونپڑوں میں سے چار پانچ چھوٹے چھوٹے بچے سیٹھ کی کوٹھی کی روشنی اور دوسری رونق دیکھنے آکھڑے ہوئے ہیں۔ ایک کے تن پر کپڑا ہی نہیں ہے، چونکہ سردی ہو چلی ہے، اس نے سردی کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے ہاتھ بغلوں میں دیئے ہوئے ہیں، جسم کو سکیڑا ہوا ہے اور دانتوں کو بھینچا ہوا ہے، دوسرے بچے کی آنکھیں کیچڑ سے بھری ہوئی ہیں، کئی دنوں سے دکھتی ہیں۔ دوائی کوئی نہیں ڈالی گئی۔ تیسرے بچے کے جسم پر ایک کرتہ ہے، جس میں بہت سے پیوند لگے ہونے کے باوجود بھی اس میں کئی روشندان دکھائی دے رہے ہیں چوتھے بچے کے ہاتھ میں روٹی کا ایک خشک ٹکڑا ہے، اور اس نے گود میں ایک چھوٹے بچے کو اٹھایا ہوا ہے، اس روٹی کے خشک ٹکڑے کو کبھی وہ خود چباتا ہے کبھی گود کے بچے کے منہ میں دیتا ہے۔ یہ سارے بچے سیٹھ دولت رام کے بچوں کے نئے کپڑوں کو حسرت بھری نگاہ سے دیکھ رہے ہیں اور ان کو مٹھائی کھاتے دیکھ کر ان کے منہ میں پانی بھر آیا ہے، سیٹھ اور اس کے بال بچے تو چلے گئے لیکن جھونپڑوں والے بچے ابھی کوٹھی کی رونق دیکھ رہے ہیں، یکایک ان کی نظر بنی ہوئی دیوی کی مورتی کی طرف گئی، وہ سبھی اس طرف چلے گئے تو دیکھا کر چند دیئے جل رہے ہیں جن تک ان کا ہاتھ پہنچ سکتا ہے۔ پاس ہی کچھ مٹھائی کے ٹکڑے پڑے ہیں اور دیوی کے شریر پر ایک نیا جامہ پڑا ہوا ہے بچے اس طرف لپکے پہلے تو انہوں نے ایک ایک مٹھائی کا ٹکڑا اٹھا لیا اور جھٹ پٹ ڈکار گئے۔ پھر اپنے جھونپڑوں کی طرف نگاہ کی تو سوائے جلتی ہوئی آگ کے وہاں کوئی دوسری روشنی نہ تھی۔ انہوں نے اپنے اپنے جھونپڑے میں لے جانے کے لئے ایک ایک دیا اٹھا لیا جو دستر دیوی کو پہنایا ہوا تھا وہ اس بچے نے اٹھا لیا جس کی گود میں چھوٹا بچہ تھا اور اس نے بچے کے گلے میں ڈال دیا۔

سیٹھ کے بچے مڑ مڑ کر اپنے گھر کی طرف دیکھتے جا رہے تھے انہوں نے دیکھا کر وہ غریب بچے دیئے اٹھا کر لے جا رہے ہیں

انہوں نے اپنے ماں باپ کو بتایا، سیٹھ کی بیوی تو سنتے ہی سیخ پا ہو گئی اس نے سمجھ لیا کہ وہی دیئے اٹھائے گئے ہیں۔ جو اس نے دیوی ماتا کو چڑھائے تھے۔ وہ بڑے جوش میں آکر کہنے لگی کہ میں تو ان بچوں کو جان سے مار دوں گی جنہوں نے دیوی پر چڑھائے ہوئے دیپک اٹھائے ہیں، وہ سیٹھ کو اور اپنے بچوں کو لے کر فوراً گھر کی طرف واپس مڑی اور راستے میں سیٹھ کو اکساتی آئی کہ یہ جھونپڑے سب یہاں سے اٹھوا دینے چاہئیں۔ ان لوگوں کے بچے کوئی نہ کوئی چیز اٹھا کر لے جاتے ہیں میرے بچے جب کچھ کھانے لگتے ہیں تو یہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے رہتے ہیں، آج تو انہوں نے غضب ہی کر دیا ہے۔ دیوی ماتا کی بہت بے ادبی ہوئی ہے، دیوی اگر ہم سے ناراض ہو گئی تو نہ جانے کیا آفت آئے۔ میں بڑی بیوقوف تھی کہ کسی نوکر کو ان چراغوں کی نگرانی کے لئے بٹھا کر نہ آئی۔ میں تو آج ان بھگوڑوں کی کھال ادھیڑ دوں گی، سیٹھ دولت رام بھی اپنی بیوی کی باتوں سے جوش میں آگیا اور کہنے لگا تم فکر نہ کرو۔ آج ان حرامیوں کو میں ہمیشہ کے لئے سبق سکھا دوں گا، چنانچہ یہ لوگ سبھی تیزی سے واپس اپنی کوٹھی پر پہنچے تو دیکھا کہ دیوی ماتا پر جو کچھ بھی چڑھاوا چڑھایا گیا تھا سب غائب تھا۔ بس پھر تو ان دونوں کے تن من میں آگ لگ گئی وہ بچے آہستہ آہستہ آپس میں گپ شپ لگاتے ہوئے اپنے گھروں کی طرف چلے جا رہے تھے انہیں کچھ معلوم نہ تھا کہ ان کے لئے کیا طوفان برپا ہونے والا ہے۔ سیٹھ لپک کر ان بچوں تک پہنچ گیا۔ جھونپڑے بھی نزدیک ہی تھے۔ سیٹھ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اپنے ہاتھ کی چھڑی ان بچوں پر اتنے زور سے چلائی کہ ان کی چیخیں نکل گئیں اور وہ زمین پر گر پڑے، جھونپڑوں میں جب یہ چلاہٹ کی آواز پہنچی تو وہ لوگ دوڑے آئے۔ جب دیکھا کہ ان ہی کے بچے بڑی بے دردی اور بے رحمی سے پیٹے جا رہے ہیں تو انہوں نے سیٹھ کو ہاتھ جوڑے کہ یہ بیچارے معصوم بچے ہیں۔ ان سے کوئی خطا سرزد ہوئی ہے تو آپ معاف فرمائیں سیٹھ نے تمکنت سے کرخت لہجے میں کہا کہ جو خطا انہوں نے کی ہے اس

کی سزا یہی ہے کہ ان سب کو آج ختم کر دیا جائے۔ یہ شیطان کے بچے دیوی کی ساری بھینٹ اُچک لاتے ہیں۔ نہ معلوم اب ہم پر دیوی کی خفگی کیا غضب لائے گی۔ میں ان کو سزا دوں گا ہی لیکن تم لوگوں کو بھی یہاں سے اُٹھا دوں گا۔ تم کمینے لوگ ہمارے لئے زحمت ہو، تم نے ہماری زندگی ہی بے لُطف کی ہوئی ہے۔ تمہاری اس جگہ کی رہائش اب ہم سے برداشت نہیں کی جاسکتی۔ اگر شرافت سے تم خود ہی چلے جاؤ تو اچھا ورنہ اپنی خیر نہ سمجھو۔

یہ کہہ کر سیٹھ پھر ان بچوں کی طرف بڑھا۔ ان میں سے ایک تو بیہوشی میں پڑا تھا۔ دُوسرے بھی چوٹوں سے نڈھال پڑے تھے۔ یہ دیکھ کر کہ سیٹھ ان بچوں پر پھر پل پڑا ہے۔ ان کے والدین ان کے اوپر لیٹ گئے۔ سیٹھ نے پھر بھی دو چار بید چلائے اور پھر یہ کہتا ہُوا کہ اچھا کل دیکھوں گا تم کیسے یہاں رہتے ہو غرور سے بھرا ہُوا چھڑی گھماتا ہوا کوٹھی کی طرف چلا گیا اور بیوی سے کہنے لگا۔ کہ میں نے ان کی وہ گت بنائی ہے کہ اگر وہ جیتے رہے تو اگلی نسل کو بھی اس قسم کی نالائق حرکتوں سے روک کر رہیں گے۔ سیٹھانی کہنے لگی بہت اچھا کیا اب میرے کلیجے میں ٹھنڈک پڑی ہے۔ پھر دیوی ماتا کو پرنام کر کے کہنے لگی، ہے ماتا تیری بے ادبی کا بدلہ ہم نے لیا ہے۔ تو اب ہم پر اپنی کرپا کرنا۔

سیٹھ دولت رام دیوالی کے دن ضرور جوا کھیلتا تھا۔ اس لئے بچوں کو گھر چھوڑ کر وہ شہر میں اپنے متفرقہ ساتھیوں کے ساتھ جوا کھیلنے چلا گیا۔ لڑکے پھر مٹھائی پھل کے مزے لے رہے تھے اور اُدھر جن بچوں کو سیٹھ نے زد وکوب کیا تھا اپنے گھروں میں پڑے درد سے کراہ رہے تھے۔ ان کے ماں باپ اور دُوسرے ہمسائے بھی ان کی چوٹوں پر سینک کر رہے تھے اور ساتھ ہی کہہ رہے تھے ہم غریبوں کا سوائے پرمیشور کے کون ہے ہم اناتھوں کی سہائتا اور کون کر سکتا ہے۔ کس سے جا کر شکایت کریں سوائے پرماتما کے اور کون ہماری پکار سن سکتا ہے پولیس بھی امیروں کی ہے اگر ان کے پاس جائیں تو اُلٹا ہم کو ہی دھمکایا جائے گا۔ سیٹھ کو تو کسی نے پوچھا تک بھی نہیں۔ افسر اہلکار بھی دھن والوں کے ہیں۔ دولت رام کا ہر جگہ رسوخ ہے، دولت رام کی دولت نے سب کو رام کیا ہُوا ہے۔ شاید پرماتما بھی دولت والوں کا ہی ہے۔ ورنہ اگر ہم غریبوں کا ہو تو ہمارے پیارے بچوں کی یہ دُرگت کیوں ہو۔ پھر سیٹھ ہم کو یہاں سے اُجاڑنے کی بھی دھمکی دے گیا ہے، پیسہ پیسہ جوڑ کر بڑی مشکلوں سے یہ جھونپڑے بنائے ہیں اگر یہ گرا دیئے گئے تو اوّل تو دُوسری جگہ ہی ملنی مشکل ہے لیکن اگر جگہ مل بھی جائے تو جھونپڑے کھڑے کرنے کے لئے پیسے کہاں سے لائیں گے۔ ہم تو محنت مزدوری سے دو وقت کی روٹی بھی پوری نہیں کر سکتے۔ بچوں کے تن پر کپڑا نہیں سردی اُتر آئی ہے۔ کیا بنے گا۔ اس طرح کی باتیں کہتے کہتے ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

جن بچوں کو پیٹا گیا تھا۔ ایک تو اُنہیں چوٹوں کا سخت درد تھا دُوسرے جب اُنہوں نے اپنے ماں باپ کو آبدیدہ دیکھا وہ ٹھنڈی آہیں بھرنے لگے۔

سیٹھ دولت رام جب جوا کھیلنے بیٹھا تو دو ہی داؤں میں اس کو دس ہزار روپیہ آگیا اب وہ جم کر بیٹھ گیا۔ اس کے بچے گھر میں کھا پی کر کھیل رہے تھے ایک لڑکا پٹاخے چلا رہا تھا۔ ایک پٹاخہ پھوٹ کر اس کی آنکھ میں اور منہ میں لگا۔ کپڑوں کو آگ لگ گئی۔ وہ دوڑنے لگا۔ آگ اور بھی زیادہ بھڑک اٹھی۔ آنکھ میں پٹاخہ لگنے کے باعث اس کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں، اس لئے دوڑتے ہوئے وہ ٹھوکر کھا کر سر کے بل گر پڑا اور اس کی چیخ نکل گئی۔ سیٹھانی دوڑ کر گئی تو بچے کو جلتا ہُوا دیکھ کر اس کی جان خشک ہو گئی، نوکروں کو بلایا بڑی مشکل سے آگ بجھی لیکن سارا بدن جھلس گیا تھا۔ منہ پر پٹاخہ لگنے سے زخم ہو گئے تھے، اور جس آنکھ میں پٹاخہ لگا تھا وہ بند تھی۔

دُوسرا بچہ مٹھائی وغیرہ زیادہ کھا گیا تھا۔ اس لئے اس کے پیٹ میں سخت درد شروع ہُوا۔ گھر میں جو معمولی چورن یا دُوسری معمولی دوائیاں موجود تھیں دی گئیں لیکن آرام نہ آیا، بچے کو پیٹ میں اتنا سخت درد تھا کہ وہ زمین پر لیٹ رہا تھا اور دُوسرا

بچہ تو جل جانے اور آنکھ کے درد سے بے حال ہی ہو رہا تھا۔ دونوں بچوں کی ایسی بری حالت دیکھ کر مایا دیوی جسے مایا کا گھمنڈ تھا رونے لگی اور پھر ان غریب بچوں کو گالیاں دینے لگی کہ انہوں نے آج دیوی کو ہم سے ناراض کر دیا اور یہ سب تکلیف ہم پر دیوی کی خفگی کی وجہ سے آئی ہے۔

سیٹھ دولت رام جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے، شروع میں تو دس ہزار روپیہ جیت گیا لیکن اس کے بعد داؤ اُلٹے پڑنے شروع ہو گئے یہاں تک کہ وہ ساٹھ ہزار روپیہ ہار گیا، سچ کہا ہے جواری کی جیت بھی ہار ہوتی ہے۔ کیوں کہ کچھ روپیہ جیت کر پھر اور لالچ سے وہ بیٹھا رہتا ہے اور اس کی جیت ہار میں بدلنے لگتی ہے۔ جیسا کہ دولت رام کا حال ہوا، لیکن جواری اگر ہار جائے تو پھر اس امید میں داؤ لگاتے جاتا ہے۔ کہ شاید کسی وقت پاسا بدل جائے۔

دولت رام کا بھی حال ہوا پہلے تو دس ہزار جیتا تھا وہ گیا پھر دس ہزار اور گیا۔ اب اپنے گئے ہوئے دس ہزار روپیہ کی کمی پوری کرنے کے لئے وہ بیٹھا رہا لیکن پچاس ہزار اور ہار گیا۔ اب وہ پانسہ بدلنے کی اُمید میں بیٹھا تھا لیکن دل میں سوچ رہا تھا کہ میں ہمیشہ جیتا کرتا تھا۔ آج میری ہار دیوی کی ناراضگی کی وجہ سے ہوتی ہے کیونکہ وہ کم بخت بچے بھینٹ کی ساری چیزیں اٹھا کر لے گئے۔ دیوی کا بھوگ بھی جھوٹا کر گئے۔ یہ خیال اس کے دل میں آ ہی رہا تھا کہ اتنے میں گھر سے ایک نوکر ہانپتا ہوا پہنچا اور کہا کہ کسی ڈاکٹر کو لے کر فوراً گھر پہنچئے کیونکہ ایک بچہ تو جل گیا ہے اور دوسرا پیٹ کے درد سے لوٹ پوٹ ہو رہا ہے۔ دولت رام اس طرح سے ساٹھ ہزار کی ہار کے ساتھ فوراً کھڑا ہو گیا۔ اور ڈاکٹر کو لے کر گھر پہنچا۔ رستے میں پھر اُسے یہی خیال آ رہا تھا کہ یہ ساری مصیبت دیوی کی گستاخی ہو جانے کے باعث آئی ہے،

گھر پہنچ کر دونوں بچوں کو تڑپتے ہوئے دیکھ کر وہ کانپ گیا۔ ڈاکٹر نے دونوں بچوں کا معائنہ کیا اور کہا کہ جو بچہ جلا ہے اس کی آنکھ میں بارود کا دانہ گہرائی تک داخل ہو گیا ہے۔ شاید آنکھ جا چکی ہو لیکن جب تک وہ دانہ باہر نہ نکلے بچے کو چین نہیں پڑ سکتی، اور اس کے جسم کی کھال بھی کئی جگہ سے اتنی جھلس گئی ہے کہ اسے کاٹنا پڑے گا۔ یہ سب کام اسپتال میں ہو سکتا ہے، میں سر دست کچھ عارضی آرام کے لئے دوائی لگا دیتا ہوں اور نیند کا ٹیکا لگا دیتا ہوں، کل صبح ہی اس لڑکے کو اپریشن کے لئے اسپتال میں لے جاؤ، ہو سکے تو ابھی لے جاؤ۔ دیر نہ کرنا۔ اس کی جان بھی خطرہ میں ہے۔

دوسرے لڑکے کی انتڑی میں کچھ اٹک گیا ہے، دوائی دیتا ہوں، اُمید تو ہے نکل جائے گا ورنہ شاید اسے بھی اسپتال میں لے جانا پڑے، یہ باتیں سُن کر دولت رام اور مایا دیوی دونوں رونے لگے۔ ڈاکٹر دوائیں دے کر چلا گیا۔ تو پھر دولت رام نے اپنے جوا ہارنے کی بات بھی سنائی۔ مایا دیوی اور زیادہ رونے لگی اور دونوں سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔

جھونپڑوں میں غریب بچے تڑپ رہے ہیں اور کوٹھی میں دولت رام کے بچے، وہاں ان کے ماں باپ رو رہے ہیں۔ یہاں دولت رام اور اس کی پتنی چیخ و پکار کر رہے ہیں۔ دونوں جگہ ایک ہی نقشہ بن گیا ہے،

ڈاکٹر دونوں بچوں کو نیند کی دوائی دے گیا ہے وہ دونوں سو گئے لیکن دولت رام اور مایا دیوی ابھی جاگ رہے ہیں اور اپنے بچوں کی تکلیف اور جوئے کی ہار کے متعلق باتیں کرتے ہوئے دیوی کے کوپ کا ذکر کر رہے تھے، سیٹھ کہتا تھا ان دشٹوں نے ہم پر یہ وبال ڈالا ہے۔ ان کو میں کسی صورت میں بھی یہاں نہ رہنے دوں گا۔ یہ باتیں کرتے کرتے وہ دونوں بھی سو گئے، خواہ کتنی ہی مصیبت آئی ہوئی نیند ضرور اپنا غلبہ ڈال لیتی ہے۔ اور آدمی کے سارے دکھ بھلا دیتی ہے،

دولت رام کو خواب میں دیوی دکھائی دی۔ بہت غصہ میں آئی ہوئی تھی۔ دولت رام نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی ماتا! آپ کا غصہ بجا ہے۔ لیکن اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں ان نابہنجار نالائق کمینوں نے آپ کی ساری بھینٹ کی چیزیں اٹھا لیں اور آپ کو ناراض کیا، ہم نے تو بدلہ بھی لے لیا۔

دیوی لال آنکھیں کر کے جوش میں آ کر بولی۔ او نالائق دولت رام! او،

بچے کمینے نہیں تو خود کمینہ ہے۔ میں تیرے گھر تیرے پچھلے کرموں کے پھل کے روپ میں آئی ہوئی ہوں۔ لیکن تو بہت گھمنڈی ہو گیا ہے ان غریب بچوں کو میں نے ہی ترغیب دی تھی کہ وہ میرا بھوگ کھا لیں۔ غریب کو کھلایا ہوا ہی مجھ کو اور بھگوان کو پہونچتا ہے۔ ان کے جھونپڑے اندھیرے پڑے تھے تم سے یہ برداشت نہ ہوا کہ وہ ایک ایک چراغ اپنے گھروں میں رکھ سکیں۔ غریب بچے پرماتما کے اپنے بچے ہوتے ہیں۔ بھگوان غریبوں اور کمزوروں سے زیادہ پیار کرتے ہیں تو نے ان کو ایسی بے دردی سے مارا۔ تو سمجھتا ہے وہ غریب ہیں۔ ان کا کوئی مددگار نہیں لیکن جن کا کوئی مددگار نہیں ہوتا ان کا بھگوان ہوتا ہے، میں تم سے سخت ناراض ہوں لیکن اس لئے نہیں کہ میری بھینٹ بچے اٹھا کر لے گئے۔ اس سے تو میں بہت خوش ہوئی تھی۔ میری ناراضگی کی وجہ تمہارا ان معصوم بچوں کو ایسا بے رحمی سے مارنا ہے۔ یہ تمہارا فعل بہت ہی کمینہ تھا۔ اور اسی لئے تم سے فوراً بدلہ لے لیا گیا۔ تم نے ان غریبوں کے بچوں کو اور ان کے ماں باپ کو رُلایا اور دکھی کیا۔ میں نے تمہارے بچوں کو اور تم کو رلایا اور دکھی کیا۔ تم اتنے مغرور ہو کر اب ان غریبوں کو اُجاڑنا چاہتے ہو۔ یاد رکھو! اگر تم نے ایسا کیا تمہاری کوٹھی بھی مٹی کا ڈھیر بن جائے گی۔ اگر اپنی اور اپنے بچوں کی خیر چاہتے ہو تو فوراً ڈاکٹر اور دوا دارو لے کر ان جھونپڑوں میں جاؤ۔ ان بچوں کا علاج کرو انہیں دودھ پلاؤ اور ان کے کھانے پینے کا انتظام کرو، ان کو کپڑے دو، ان کے ماں باپ سے معافی مانگو اور اگر ان کے جھونپڑوں میں کوئی کمی ہے تو اس کو پورا کرو۔ اور ان سب کے دلوں کو ٹھنڈا کر کے ان کی دعائیں لو۔ یہی میرا سچا پوجن ہوگا۔ اسی سے میں اور سب سوامی بھگوان پرسن ہوں گے

تم نے اپنے گھر کی اندر باہر سے صفائی اور سجاوٹ کی ہے، لیکن اس سے اصلی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ اپنے اندر کی صفائی کرو، تمہارے اندر لوبھ اور اہنکار بھرا ہوا ہے۔ اتنا دھن ہونے پر بھی جوا کھیل کر اور روپیہ کمانا چاہتے ہو، اپنی امیری کے گھمنڈ میں مفلسوں، ناداروں پر ظلم روا رکھتے ہو بھگوان کو اہنکار پسند نہیں۔ اپنے اندر سے گھمنڈ اور غرور نکالو ورنہ تم بھی قلاش اور پیسے پیسے کے محتاج بن جاؤ گے، بھگوان کی بخششوں کو پا کر انکساری اختیار کرنی چاہیئے،

اتنا کہہ کر دیوی انتردھیان ہو گئی، دولت رام ڈر کے مارے کانپتا ہوا چونک پڑا اور اپنی بیوی کو جگایا اور اپنا سارا خواب سنایا بیوی حیران رہ گئی اور کہنے لگی کہ ہم تو دیوی کی بے ادبی کا بدلہ اسے خوش کرنے کے لئے لے رہے تھے لیکن ہم کیا سمجھتے تھے کہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا یعنی اس کا بدلہ ہم سے اتنی جلدی لیا جائے گا۔

دولت رام نے اسی وقت دو ڈاکٹر اپنی موٹر بھیج کر بلوائے اور انہیں لے کر ان جھونپڑوں میں پہنچا۔ وہ غریب ڈر گئے کہ سیٹھ ہم پر کوئی اور ظلم ڈھانے آیا ہے۔ لیکن وہ حیران رہ گئے جب دولت رام ان کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا اور معافی کا خواستگار ہوا۔ ڈاکٹروں نے ان بچوں کی مرہم پٹی کی، دولت رام اپنے ساتھ دودھ اور مٹھائی لے گیا تھا وہ ان سب کو کھلائی، تب ان سب نے دعائیں دیں۔ دولت رام نے یہ بھی کہا کہ تم مزے سے یہیں رہو بلکہ جھونپڑوں کی مرمت وغیرہ کرا لو خرچ میں دوں گا۔ یہ سنکر وہ اور بھی خوش ہوئے اور مزید دعائیں دینے لگے صبح ہونے تک دولت رام کا وہ بچہ تو جس کو پیٹ کا درد تھا بالکل ٹھیک ہو گیا اور دوسرے بچے کی آنکھ سے بارود کا دانہ نکال دیا گیا وہ پتلی کے عین پاس لگا تھا پتلی بچ گئی تھی جسم پر سے جلی ہوئی کھال تھوڑی تھوڑی کاٹ دی گئی۔ اور چند دن میں وہ بھی ٹھیک ہو گیا۔

دولت رام اور اس کی بیوی کو اب معلوم ہوا کہ سچا لکشمی پوجن کیسے ہوتا ہے۔ چنانچہ پھر وہ ہر سال اسی ڈھنگ سے پوجن کرتے تھے۔

(ادم شم)

"شکتی کی اشاعت بڑھانا ہر خریدار کا اولین فرض ہے"

یہ کلجگ ہے

از
لالہ دولت رام جی پوری
بی اے بی ٹی

کل جہاں پر مہرباں بھگوان ہے ۔ کرتگھن لیکن یہ بڑا انسان ہے
دُنیائے فانی کو گھر اپنا سمجھ ۔ اصل گھر بھُولا ہُوا نادان ہے
نیکیاں پرماتما کی بے شمار ۔ بھُول بیٹھا پُتلہ نسیان ہے
پھنس کر مایا کے پھندے میں بشر ۔ بن رہا وہ ہُوبہُو شیطان ہے
پاپ سے ہو جاتی ہے بدھی بھرشٹ ۔ پاپ میں پاپی کرے گذران ہے
عشوہ دُنیا پہ ہو کر مست وہ ۔ سمجھے ہے جنت جسے شمشان ہے

(۲)

موت کا نہ روز محشر کا خیال ۔ مرنے کا سمجھے نہیں امکان ہے
دیگا جا کر ایشور کو کیا جواب ۔ پیش ہونا جس گھڑی چالان ہے
یاد جو کرتا نہیں پرماتما ۔ بیڑہ اس کا ڈوبنا آسان ہے
جب مصائب ہی گھیر جاتا بشر ۔ یاد کرتا اُس گھڑی بھگوان ہے
پیش کیا جائے جیکا چڑہونی بھبت ۔ گلشن ہستی ہُوا ویران ہے
چرنوں میں پرماتما کے دُوں پراٹ ۔ دل کا مضطر کے یہی ارمان ہے

سُورج گرہن

از لالہ دولت رام جی پوری بی اے بی ٹی

اکڑ اکڑ کر چلنے والو ۔ قدم نہ نیچے دھرنے والو — موٹر والو فٹنوں والو ۔ ہاتھی والو گھوڑوں والو
سر نہ کبھی جھکانے والو ۔ پاپ کمائی کھانے والو — اپنوں پر ظلم کمانے والو ۔ اُلٹے چال دکھانے والو
رب کو یاد نہ کرنے والو ۔ دھرم کرم نہ رکھنے والو — فرعون جہاں میں بننے والو ۔ راون بدھی رکھنے والو
آنکھیں کھولو ہوش میں آؤ ۔ عقل ذراسی کام میں لاؤ — مونچھوں پر دیبا نہ تاؤ ۔ من مورکھ کو اب سمجھاؤ
دیکھو سماں نرالا آیا ۔ ایشور نے کیا رنگ دکھایا — سُورج جو ہے نور کا داتا ۔ رازق جو ہے کُل دُنیا کا
بارش گرمی کا جو مخزن ۔ ہستی کے عالم کا مسکن — جس سے کُل دُنیا ہے قائم ۔ جس کی پُوجا کرتی دائم
جس نے اتنا رتبہ پایا ۔ آج ہے اُس پر چاند کا چھایا — نور کے بدلے پھری سیاہی ۔ شان مٹی ہے مچی تباہی
جگ میں اوّل شان تھی جسکی ۔ اسپہ آخر گھڑی یہ آئی — داغا گیا وہ نور کا پُتلہ ۔ بے نوری میں نور کا پتلہ
دولت والو صولت والو ۔ لاکھوں اور کروڑوں والو — باغ محل اور کوٹھیوں والو ۔ ہاتھی گھوڑے فٹنوں والو
ہوا میں اُوپر چلنے والو ۔ ایشور یاد نہ کرنے والو — دھرم کی ہانی کرنے والو ۔ دھرم سے اپنے ہٹنے والو
حاصل جسے کمال تھا اتنا ۔ قسمت میں آج زوال ہے اتنا — کچھ زور نہیں ہے پیش نہ جائے ۔ دُنیا کو آج ہے سبق سکھائے
ثروت میں رب نہ کبھی بھلاؤ ۔ سُورج سے یہ سکھشا پاؤ — ہر حال میں کام جو کرو تمامی ۔ گھڑی یہ رکھنا یاد مدامی
ایسا کروگے موج کروگے — مضطر سدا آنند رہوگے

خورشیدِ ادب

مہرشی بالمیک

از پنڈت ہردے نارائن جی شرما دلگیر

صفت بیاں ہو کیا تیری دلربائی کی۔ کہ تو نے بھیس میں انسان کے خدائی کی

شجاع تیغ اٹھاتے ہیں نام لے کے ترا۔ یہ دھوم ہے تری شمشیر آزمائی کی

غریب نواز اور خدا پرست مہرشی بالمیک کے جیون چرتر سے انسانی زندگی کے ہر پہلو میں ایسا اپدیش ملتا ہے کہ انسان کے سماجک جیون کا کوئی حصہ ایسا نہیں جس کا آدرش آپ کی ذات میں نہ پایا جائے آپ کے آدرش جیون سے ایک راحت نصیب ہوتی ہے آپ کی شفقت نوازی کے تذکرے آج صدیاں گزرنے پر بھی زبان زد خلائق ہیں، جہاں مریادا پرشوتم بھگوان رام کا چرچا ہوتا ہے۔ وہاں آپ کے مبارک نام کی فضلیت کو فراموش کرنے کی گنجائش نہیں ملتی ؎

تیری ہستی تھی جہاں میں رازدارِ زندگی۔ کیف افزا تھی تیرے دم سے بہارِ زندگی

مہرشی بالمیک کی زندگی پر طائرانہ نگاہ ڈالتے ہوئے کئی ادیبوں اور شاعروں نے ان کی داستانِ زندگی لکھی ہے۔ ان کے علم و ادب کی فضلیت میں صاف لکھا ہے کہ مہرشی بالمیک اپنے زمانہ کے شیکسپیئر تھے۔ آپ ایک بلند پایہ کے شاعر اور سنسکرت علم و ادب کے ایک لاثانی روح و رواں تھے۔ آپ کی تقدس مآب اور باعظمت زندگی بھارت ورش کی تاریخ میں ایک لازوال ہستی اور افتخار عظمےٰ کا درجہ لئے ہوئے ہے۔ آپ کی ایشور بھگتی، عقیدہ کی پختگی اور تجدید کا باعث ہے۔ ساتھ ہی ساتھ عاشقانِ دھرم کے دشمنانِ ناہنجار اور ستمگاران و جفاکاران کے حق میں ایک تازیانۂ انتباہ ہے جب تک اس دنیائے بے ثبات میں رام کے نام لیوا موجود ہیں تب تک دھرم کے زوال کا خواب ایک ایسی تعبیر لئے ہوئے ہے کہ دھرم کے دشمنوں کی تذلیل کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔

مہرشی بالمیک کی ابتدائی زندگی کے متعلق کئی قصے کہانیاں مشہور ہیں۔ زیادہ تر یہی مشہور رہا ہے کہ بالمیک کی ابتدائی زندگی ڈاکہ زنی اور کشت و خون میں گذری اور اسی جیون میں ہی آپ کو "پیغام الٰہی" ملا جس کے باعث عرش عبادت پر آپ نوری ستارہ بن کر چمکے، مریادا پرشوتم بھگوان رام کے سنہری جیون چرتر کو قلمبند کرنے اور رامائن کی تصنیف کو دنیا میں پیش کرنے سے آپ کو "آدی کوی" کا خطاب ملا۔ یہ لٹریچر سنسکرت میں منظوم ہے اور رام اوتار ہونے سے کئی سال پہلے لکھا۔ اس سرمایہ تصنیف کو لوٹنے کے لئے دیو دانو اور مانو سبھی ٹوٹ پڑے۔ آپس میں خوب کھینچا تانی ہوئی۔ آخر یہ فیصلہ ہوا کہ ثالث مقرر کیا جائے جو بے لوث ہو کر کسی کی طرفداری کو ملحوظ خاطر نہ رکھے۔ کافی غور و خوض کے بعد سب کی نگاہیں آدی کال مہادیو پر پڑیں، سب نے مہادیو کو واقعات سمجھائے اور التماس کی کہ مہرشی بالمیک کی رامائن کی تصنیف کو برابر حصوں میں بانٹ دیں۔ مسئلہ بہت ہی پیچیدہ تھا۔ بھگوان شنکر نے تینتیس تینتیس کروڑ شلوک دیو، دانو اور مانو کو بانٹے مگر ایک کروڑ شلوک بچ رہے۔ ان ایک کروڑ شلوکوں کو پھر تین حصوں میں بانٹا مگر پھر بھی بانٹتے بانٹتے ایک شلوک بچ گیا۔ اس شلوک کے بتیس حروف تھے۔ دس دس حرف پھر بانٹے گئے تو دو حروف بچ رہے ان کی تقسیم مشکل تھی، مہادیو نے اس مسئلہ کو سلجھاتے ہوئے ان سے کہا کہ یہ دو حرف مجھے ثالثی کے طور پر انعام میں دے دئے جائیں۔ فیصلہ کرانے والوں نے بخوشی منظوری دے دی، چنانچہ مہادیو نے ان دو

حروفوں کو اپنے گوشۂ دل کے اندرونی پردے پر منقش کر لیا۔ یہ دو حروف "را" اور "م" (रा-म) تھے۔

مہادیو نے نہایت چالاکی سے اِن دو حروفوں میں ہی تمام رامائین اپنے اندر سمیٹ لی۔ اِن دو حروفوں کے بل بوتے پر بھگوان مہادیو کے تپ اور تیاگ کی مہما اور گیان کی گہرائی آج تک کوئی رشی منی نہیں پا سکا۔

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ مہرشی بالمیک سنسکرت علم و ادب کے شہنشاہ اور خورشید عالم آب تھے۔ اِن کے علم کی ضوفشانیاں اپنے اندر گیان اور وحدت کی نورانی کرنیں لئے ہوئے ایک شعلۂ چراغ طور تھیں ویش ولیشانتروں میں مہرشی بالمیک جی کی فضیلت کا بول بولا تھا۔ ؎

تیرے دم سے تھا ضیا افروز خورشید ادب
تھے تیرے ہی گوہر افکار کے محتاج سب

بھگوان رام نے جب مہارانی سیتا کا تیاگ کیا اور وہ دامانِ دشت و بیابان میں تن تنہا بحر تفکرات میں غوطہ زن تھیں۔ تو اس وقت مہرشی بالمیک نے انہیں حوصلہ دلاتے ہوئے اپنی آغوشِ پدری میں پناہ دی، لوکش کی پیدائش اِس مہرشی کے آشرم کی رونق بنی، اور اِن کی ہی آغوشِ تلمذ میں تعلیم حاصل کی، مہرشی نے انہیں جنگ کے علوم و فنون سے آراستہ و پیراستہ کیا۔

ایک ہی تپی برنا ناری کی عظمت کو اونچا اٹھانے اور رشی بل کی آزمائش کے لئے اپنی دماغی اختراع اور کرشمہ لوگ سے اشومیدھ یگیہ کی تقریب کو زیر عمل لا کر رام کے یودھاؤں اور شوربیر بھائیوں کو اِن بچوں سے ٹکرا دیا۔ آخر اِن معصوم اور نادان بچوں کے مقابلہ پر بھگوان رام کو کھڑا کر کے بھارت کی زمین کو عرش سے ٹکرا دیا اور دنیائے عالم کو بتا دیا کہ رشی بل میں کتنی طاقت پنہاں ہے ؎

بادۂ اُلفت سے تھا لبریز پیمانہ ترا
اک طلسم راز تھا ہر فعل مستانہ ترا

مہرشی بالمیک بھگوان رام کے خاص بھگتوں میں سے ایک تھے انہوں نے بھگوان رام کی پوتر اور مقدس زندگی کو سنسکرت میں ایسے دلچسپ پیرایہ میں منظم کیا کہ دورِ حاضرہ میں بھی بالمیکی رامائین کو بھارت کی پراچین سنسکرتی کا ایک آدرش گرنتھ مانا جاتا ہے، حقیقت میں یہ گرنتھ انسانی فرائض کی ادائیگی اور پرمارتھ کے لئے زینۂ معرفت ہے،

جہاں تک میرے مطالعہ کا تعلق ہے اور جو کچھ مہرشی بالمیک کے جیون چرتر کو ایشور بھگتوں کی زبانی سنا ہے، مجھے یہی معلوم ہوا کہ مہرشی بالمیک کی ابتدائی زندگی چوری، ڈکیتی اور راہزنی میں گذری، یہ عالم شباب میں غضب کے سارق تھے۔ اور کشت و خون میں ان کی زندگی کا کافی حصّہ گذرا۔

مہرشی بالمیک کا پیدائشی نام "رتناکر" تھا۔ یہ علم سے بالکل بے بہرہ اور ناآشنا تھے۔ سرقہ بالجبر اور راہزنی ہی اِن کی زندگی کا ذریعہ معاش تھا۔ اور صرف اسی پیشہ کو ہی وہ اپنی زندگی کا کفیل سمجھتے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ یہ جنگل میں گھات لگائے گھنے درختوں کی اوٹ میں راہگیروں کو لوٹنے کی غرض سے چھپے بیٹھے تھے۔ رات کی تاریکی میں آسمان پر جھلملاتے تارے اپنی ضیا سے ان کی راہنمائی کر رہے تھے۔ اتفاق سے ایک سادھو فقیری لباس میں ملبوس اس جنگل میں سے گذرا۔ رتناکر نے اس سادھو کو گذرتے دیکھا اور للکارا۔ ڈاکو کی کرخت اور زوردار آواز جنگل میں گونجی، سادھو سہم گیا، پیچھے مڑ کر دیکھا تو اُسے ایک شخص ہاتھ میں تیر و کمان اُٹھائے اس کی طرف دوڑتا ہوا دکھائی دیا۔

سادھو آگے بڑھنا چاہتا تھا۔ اس نے ڈاکو کی زد سے بچنے کے خیال سے قدم آگے بڑھایا کہ اتنے میں پھر آواز آئی "ٹھیر جاؤ ورنہ ایک ہی تیر سے سر تن سے جدا ہو جائے گا"۔ اِن الفاظ کے ساتھ ہی ڈاکو اس کے پاس پہنچ گیا۔

ڈاکو کے دل میں اچھے بُرے اِنسان کی تمیز نہ تھی، وہ صرف لوٹنا ہی جانتا تھا، خواہ وہ امیر ہو یا غریب، سادھو ہو یا گرہستی، وہ سب کو اپنا شکار سمجھتا تھا۔

سادھو نے دیکھا ڈاکو کی آنکھیں شعلے اُگل رہی تھیں۔ اس کے

خونخوار چہرے سے وحشت ٹپکتی تھی،

"کیا ہے تمہارے پاس؟" ڈاکو نے آتے ہی سوال کیا۔

"میرے پاس"! سادھو نے جواب دیا۔ "ایشور بھگتی، گیان اور معرفت کی دولت ہے"

"مجھے ٹالنے کی کوشش نہ کرو،" ڈاکو چلّایا۔ "جو تمہارے پاس دھن دولت ہے میرے حوالے کر دو۔"

سادھو نے سوچا۔ "جب یہ ڈاکو مجھ سے میرا دھن مانگتا ہے، تو مجھے دے دینا چاہئے، ممکن ہے کہ اس کا سدھار ہو جائے۔"

سادھو نے بڑے دھیرج اور تحمل سے کہا۔ "میں ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"بولو۔" ڈاکو نے جواب دیا۔

"تمہیں کیا درکار ہے۔"

"تمہارے پاس جو کچھ مال متاع ہے وہ میرے حوالے کر دو۔"

"بہت اچھا" سادھو نے کہا۔ "تم لے سکتے ہو مگر ایک بات تم سے دریافت کرنا چاہتا ہوں۔"

ڈاکو نے سنجیدگی سے کہا۔ "پوچھو۔"

سادھو بولا۔ "تم نے اپنی زندگی میں کئی راہگیروں کو لوٹا، ان کے خون سے ہولی کھیلی، کئی بیگناہ معصوم بچے لاوارث بنائے اور کئی ابلاؤں کے سہاگ لوٹ لئے۔ ان مکروہ جرائم کے ارتکاب میں تم نے نہ صرف اس جنم کو عصیاں کوش بنایا بلکہ اپنا لوک پرلوک بگاڑ دیا۔ تمہارے اس عصیاں کوش دل کے داغ گناہ کو گنگا کا پانی بھی نہیں دھو سکتا آخر یہ کام تم نے کس لئے کیا ؎

قیامت تک اگر دھوتا رہے دل اشک توبہ سے
مگر ممکن نہیں داغ گناہ کا دور ہو جانا

"یہ میرا پیشہ ہے" ڈاکو نے کہا۔ "میری زندگی کا کفیل ہے اس کے ذریعے ہی میں اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالتا ہوں۔ اگر میں یہ کام نہ کروں تو میرا گرہست جیون تلخ ہو جائے۔"

"کیا تمہارے گرہست کا گزارہ اس کام پر ہی ہے؟" سادھو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ "مگر بال بچوں کی پرورش کے لئے اور ذرائع بھی ہو سکتے ہیں۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ تمہاری ان ہتیاؤں کے گناہ میں تمہارا پریوار ساتھ دیگا۔"

"یہ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا لیکن اتنا جانتا ہوں کہ جب میں ان کی خاطر گناہ اور اتیاچار کرتا ہوں تو وہ کیوں نہ میرا ساتھ دیں گے،"

"تم غلطی پر ہو۔" سادھو نے سمجھاتے ہوئے کہا۔ "یہ تمہارا مغالطہ ہے۔ اس خیال کو چھوڑ دو، اپنا لوک اور پرلوک سدھارو، ناحق منش جنم کو ناپاک نہ کرو۔"

"تمہارے گیان کی ایسی تیسی۔" ڈاکو برانگیختہ ہوا تھا اور کڑک کر بولا۔ "وقت ضائع مت کرو، میں تم سے کچھ لئے بغیر ہرگز نہ جانے دوں گا۔ یہ گیان دھیان کی جھولی اپنے پاس رکھو۔"

"اگر تمہیں کچھ شبہ ہے تو اپنی تسلی کر لو۔ سادھو نے کہا۔ "تم اپنے پریوار سے دریافت کر لو۔ میں تمہارے واپس آنے تک یہیں موجود رہوں۔"

"تم کیا سمجھتے ہو کہ میں ان چکنی چپڑی باتوں میں آنے والا نہیں تم اپنا مال متاع بلاکم و کاست میرے حوالے کرو۔" ڈاکو نے گرج کر کہا۔ "تم مجھے بیوقوف بنانا چاہتے ہو۔"

"نہیں۔" سادھو نے اسے اپنا ہم خیال بناتے ہوئے کہا۔ "تم میرے قول کی صداقت میں اپنے گھر والوں کی آزمائش کر لو۔ تمہارے آنے تک میں یہاں تمہاری انتظار کروں گا۔ یہ میرا بچن ہے"

ڈاکو شش و پنج میں پڑ گیا۔ دل میں سوچنے لگا کہ سادھو کی بات کسی حد تک صحیح معلوم ہوتی ہے۔ لیکن کیا معلوم کہ یہ مجھے بہکانے کی خاطر ایک شطرنجی چال چل رہا ہے،

ڈاکو نے کہا۔ "تم میرے آنے تک بھاگ جاؤ گے، میں تمہیں اس درخت سے باندھے دیتا ہوں۔"

"منظور ہے۔" سادھو رضامند ہو گیا۔

رتناکر نے سادھو کو کس کر درخت سے باندھ دیا اور بھاگا بھاگا گھر پہونچا۔ گھبراہٹ کے لہجے میں بیوی سے کہا: "پولیس میرا تعاقب کر رہی ہے، مجھے پکڑنے کے لئے پولیس کا ایک دستہ میرے پیچھے دوڑا چلا آرہا ہے، جلدی سے مجھے کہیں چھپا دو۔"

بیوی یہ سنکر خوف زدہ ہو گئی۔ اس نے پکڑے جانے کے خوف سے کہا: "تمہاری موجودگی سے ہم سب گرفتار ہو جائیں گے یہاں چھپنے کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔"

رتناکر نے بہت منت سماجت کی۔ اپنی خدمات اور جان فشانیوں کا احساس کرایا۔ ان کی خاطر ہر قسم کے مصائب برداشت کرنے کا احسان جتایا مگر اس کی کوئی تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی، بیوی اور بچوں نے صاف کہہ دیا کہ تم اپنے گناہوں اور اعمالوں کے خود ذمہ دار ہو۔"

رتناکر کا دل شیشے کی طرح ایک ہی ٹھوکر سے چکنا چور ہو گیا اس کے دل میں ایک پشیمانی سی پیدا ہونے لگی۔ بیوی اور بچوں کی احسان فراموشی اور خود غرضی سے اس کے دل کو زبردست دھکا لگا۔ اُسے سادھو کے الفاظ یاد آرہے تھے ......"تم اپنا لوک اور پرلوک بگاڑ رہے ہو۔"

رتناکر مغموم صورت بنائے بحر تفکرات میں ڈگمگاتا واپس سادھو کے پاس آیا۔ اس کی آنکھوں سے اشک ندامت ٹپک رہے تھے۔ اس کے چہرے پر خود غرض دنیا سے نفرت کی جھلک آرہی تھی، وہ دل ہی دل میں بیوی اور بچوں کی احسان فراموشی اور بے مروتی کا شکوہ کئے جا رہا تھا۔ ؎

سمجھا تھا جنہیں اپنا وہ مار آستیں نکلے
بہت ہی بے مروت دشمن جاں ہمنشیں نکلے

وہ سر جھکائے سادھو کے چرنوں میں کھڑا ہو گیا۔

"آگئے" سادھو نے پوچھا۔ "کہو آزمائش کا کیا نتیجہ نکلا؟"

رتناکر نے لرزتے ہاتھوں سے سادھو کے پیچ و بند کھولے اور اسے اپنی سرقانہ گرفت سے آزاد کر دیا۔ وہ سادھو کے سامنے ندامت سے سر جھکائے بولا۔ "آپ سچ فرماتے تھے" رتناکر نے اپنی بھول کا احساس کرتے ہوئے دست بستہ عرض کی۔ "میں اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں۔"

"معافی تو بھگوان ہی دے سکتے ہیں" سادھو نے کہا۔ "تم آج سے توبہ کرو کہ آئندہ چوری اور قتل و غارت کے گناہ کا ارتکاب پھر نہ ہوگا۔"

رتناکر سادھو کے قدموں میں گر پڑا ؎

سُکھ دیویں دُکھ کو ہرے، دُور کریں اپرادھ
کہت کبیر اکب ملیں پرم سنیہی سادھ

سادھو نے بڑے پریم سے رتناکر کو گلے لگایا۔ اسے ایشور بھگتی کا اُپدیش دیتے ہوئے کہا: "تم رام نام کا جاپ کرو، تمہارا دل کنول کی طرح نرمل ہو جائے گا ؎

رام ہے جیون ہمارا رام پران آدھار ہے
رام ہے کرتا ودھاتا رام سرو آدھار ہے
رام ہی کے جاپ سے تم شدھ اپنا من کرو
رام ہے مُکتی کا داتا رام پاون ہار ہے

رتناکر نے نگاہیں اوپر اٹھائیں، وہ یہ دیکھ کر ششدر رہ گیا کہ وہ سادھو ساکھشات مہاتما نارد جی ہیں۔ درشن پا کر بہت محظوظ ہوا۔ ایسے پرم دیو مہاتما نارد جی کے درشنوں سے رتناکر کے دل سے اگیان کا پردہ ہٹ گیا۔ اس نے بڑی عقیدت سے سر تسلیم خم کیا اور انہیں اپنا گرو مان کر اپنا جنم سدھارنے کا سادھن پوچھا۔ مہاتما نارد جی نے رتناکر کو رام نام کے جاپ کی تلقین کی اور آن واحد میں نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

رتناکر نے گھر بار تیاگ دیا اور جنگل کی راہ لی۔ اس کی زبان "مرا مرا" پکارنے کی عادی تھی۔ رام کا لفظ اس کی زبان سے ادا نہ ہو سکا۔ وہ "مرا مرا" کہہ کر ہی رام کے دھیان میں مگن ہو گیا۔

یہی رتناکر ڈاکو آگے چل کر مہرشی بالمیک کے نام سے

مشہور ہوا ہے۔ اس نے جنگل میں گھور تپسیا کی، وہ ایشور بھگتی میں ایسا منہمک ہُوا کہ اسے تن بدن کی ہوش نہ رہی، کہتے ہیں کہ سالہا سال تپسیا کرتے رہنے سے اس کے جسم پر گرد و غبار کا ایک ڈھیر جمع ہو گیا۔ اس میں دیمک نے اپنے گھروندے بنائے۔ آخر اسے گیان چکھشو ملے اور دیمک پیدا ہو جانے کے باعث اس کا نام مہرشی بالمیک مشہور ہُوا ؎

اُلٹا نام جپت جگ جانا
بالمیک بھئے برہم سمانا

مہرشی بالمیک کا دل تپسیا سے کندن ہو کر چمکا، عرش معرفت پر بالمیک ماہ منور ہو کر طلوع ہوئے۔ ایک دن یہ جنگل میں گھومتے گھومتے بہت دُور نکل گئے۔ انہوں نے ایک درخت پر کبوتروں کا جوڑا آپس میں اٹھکھیلیاں کرتا دیکھا کہ یکایک کسی شکاری نے اپنے زہر یلے تیر سے نر کبوتر کو راہی ملک عدم بنایا۔ اس صدمہ سے مادہ کبوتر بے چین ہو اُٹھی۔ اس کی پھڑپھڑاہٹ سے بالمیک کا دل غمگین ہو گیا۔ انہوں نے شکاری کو بہت سخت سست کہا لیکن دل کا غم دُور نہ ہو سکا۔

اسی اثنا میں دیو رشی نارد جی وہاں جلوہ افروز ہوئے۔ بالمیک جی نے تمام واقعہ ان کے گوش گزار کیا تو نارد جی نے فرمایا کہ رامائن کا اتہاس لکھو تمہیں خود بخود تمام حالات واضح ہو جائیں گے۔

چنانچہ بالمیک جی نے رامائن کے گرنتھ کا آغاز کیا۔ اپنے لوگ بل سے بھگوان رام کا جیون چرتر لکھ کر مہرشی نے سنساری جیوؤں پر ایک ایسا ناقابل فراموش احسان کیا کہ اس گرنتھ کے مطالعہ سے ہر شخص مکتی اور بھگتی کا ذریعہ تلاش کر سکتا ہے، مہرشی جی کی یہ تصنیف ہم لوگوں کے لئے ایک ایسا اُپکار ہے کہ ہم تادم زیست اسے فراموش نہیں کر سکتے۔

علمائے ادب نے رامائن کے ترجمے مختلف زبانوں میں کئے؛ گوسوامی تلسیداس جی نے بھی رامائن کی تصنیف سے دُنیا کو محوِ حیرت کر دیا۔ ہندو جگت میں رامائن کی عظمت سے کسی کو انکار نہیں، کہتے ہیں کہ جرمنی کے مشہور جرنلسٹ شرلک ہومز نے رامائن کا مطالعہ کرنے پر بھگوان رام کی افضل و برتر شخصیت کو تسلیم کیا ہے، مسلمانوں نے بھی فارسی میں اس کے متراجم کئے اور رامائن کو مذہب و فلاسفی کا ایک عظیم گرنتھ تسلیم کیا۔

آج لاکھوں سال گزرنے پر بھی مہرشی بالمیک کا نام بڑی ہی عقیدت سے لیا جاتا ہے بلکہ رام بھگتی کے اثر سے مہرشی جی آج بھی عرش شہرت پر چمک رہے ہیں۔ ان کی عظمت کا ستارہ آج بھی مہر فلکی سے زیادہ آب و تاب کے ساتھ درخشاں ہے۔ رامائن کی عظمت کے ساتھ مہرشی جی کی یاد کو زوال نہیں آسکتا۔

آج اس کلجگ کے دَور میں گناہوں کی آندھیوں کے طوفان اُمنڈے چلے آ رہے ہیں۔ شانتی اور سکون کے بجائے جگہ جگہ بے چینی اور اضطرابی بڑھتی جا رہی ہے کئی قسم کے مظالم اور اتیاچاروں کے گرداب میں انسانی زندگیاں ایشور سے منحرف ہو کر ناستک ہوتی جا رہی ہیں۔ اس افراتفری کے زمانہ میں صرف ہندو جگت کی حفاظت کے لئے رامائن کا اتہاس ایک ایسا چشمہ راحت ہے کہ جس کی بدولت پربھو بھگتوں کی رُوحانی پیاس بجھ سکتی ہے۔ رامائن ایک ایسا سرور ہے جیسے چشمہ آبحیات کہیں تو بے جانہ ہوگا

آؤ مہرشی بالمیک کے اس عظیم اُپکار کے اعتراف میں سچے دل سے عہد کریں کہ ہم ان کے جیون آدرش کی تقلید میں ان کے اصولوں پر چل کر صحیح معنوں میں رام راجیہ کی ستھاپنا کریں اور اس امر لوگی اور تیاگی رشی کے پوتر اُپدیش کا سواگت کریں تاکہ ہندو جگت کا بیڑا پار ہو جائے اور ہماری جیون نیا نرو گھن بھو ساگر کو عبور کرے۔ میں ان الفاظ کے ساتھ نہایت ادب و عقیدت سے مہرشی بالمیک کے پوتر چرنوں میں یہ شردھا کا پھول چڑھاتا ہوں ؎

اے شمع دو عالم مجھے پروانہ بنا دے
نظروں کو مری طور کا افسانہ بنا دے
رگ رگ میں مری پھونک دے نظارۂ پرواز
ہر ذرۂ عالم کو پری خانہ بنا دے
(اوم شرما)

اے گُلِ رعنا

از شری نوبت رائے جی شوخ

اے گُلِ رعنا تری کس گُل میں رعنائی نہیں
پھر بھی تو شرمندۂ شانِ دل آرائی نہیں

کوندتی ہیں بجلیاں کیا کیا دلِ مشتاق میں
تیغ پوری میان سے باہر ابھی آئی نہیں

ذرّہ ذرّہ میں ہے چشمک قتلِ عاشق کیلئے
پھر بھی ارمانوں سے خالی حسنِ ہرجائی نہیں

الله الله یہ وفورِ حسن، یہ جوشِ نمو
محوِ حیرت کون سی چشمِ تماشائی نہیں

ہر کلی بے تاب ہے گلزار بننے کے لئے
وسعتِ گلشن کہیں وقفِ شکیبائی نہیں

یہ زمین و آسماں، یہ خوبصورت کائنات
کس نے بڑھ بڑھ کر تری تصویر کھنچوائی نہیں

عکس ہی جلوہ کا تیرا ہر آئینہ خانے میں ہے
تو نے افشاں بھی جبیں سے اپنی سرکائی نہیں

عکس ہے ہر حسن جس کا وہ مجھے مکھڑا دکھا
جاں نثاری سے گریزاں یہ تمنائی نہیں

اے کمالِ حسن مجھکو بھی کمالِ عشق دے
خانہ ویراں جو نہ ہو وہ شوخ سودائی نہیں

پرکاش ساگر

مصنفہ رائیزادہ شری نوبت رائے بالی شوخ یہ پستک بھگوان کے بھگتوں کے لئے ایک تحفہ سے کم نہیں۔ یہ پستک ایسی دلکش سہ رنگی تصاویر سے مزین ہے کہ پہلی نظر میں ہی حیرت پرست ہو جاتا ہے، بھگوان کی بیلائیں ایسے دلچسپ پیرایہ میں منظوم کی گئی ہیں کہ پڑھتے پڑھتے مستی طاری ہو جاتی، لکھائی چھپائی بینظیر

قیمت بمعہ ڈاک خرچ ۲/۱۲/-

ملنے کا پتہ: دفتر رسالہ "شکتی" بازار اجمیری گیٹ دہلی

رہبرِ صحت

مصنفہ حکیم نندلال صاحب لوری۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ سو سال تک جئیں تو صحت کے اصولوں کی پابندی لازمی ہے، صحت کو قائم رکھنے کے لئے یہ پستک بہت مفید ہے۔ نیز قدرتی طریقہ علاج یعنی آگ، پانی، مٹی سے کئی بیماریوں کو رفع کرنے کے طریقے درج ہیں،

قیمت -/-/۲ روپیہ رعایتی -/۱۲/۱

(ملنے کا پتہ)

دفتر رسالہ "شکتی" بازار اجمیری گیٹ دہلی

مہابیر پاؤن سُت ہنومان

از پروفیسر
ولیودت
گوپال
ایم اے

رام چندرجی کا پیغام ہنومان نے پہنچایا۔ سمندر پر پُل باندھنے والا ہنومان تھا۔ میدان جنگ میں لکشمن کی بیہوشی پر سنجیونی والا پہاڑ اٹھا کر لانیوالا ہنومان ہی تھا۔ اور ہنومان نے ہی سونے کی لنکا کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ ان باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ہنومان ایک اہم شخصیت کا مالک تھا۔ اور مہابیر یعنی بہادر تھا۔

بالمیکی رامائن کے کشکندھا کانڈ میں اُس کے والدین کو دھارک لوگ لکھا گیا ہے۔ اور اس کی والدہ کا نام انجنا اور باپ کا نام کیسری راج ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہنومان انسانی نسل سے تھا۔

بانر، کپی، ہنومان، پَون سُت و دیگر ناموں سے اُسے کیوں یاد کیا جاتا ہے؟ یہ امر ہمیں ورطۂ حیرت میں ڈالتا ہے۔ سنسکرت کی ڈکشنری میں ان الفاظ کی تشریح بطریق ذیل درج ہے،

بانر۔ بن میں رہ کر پھل پھول کھا کر گذارہ کرنے والا سبزی خور انسان،

کپی۔ شراب وغیرہ نشوں سے پرہیز کرنے والا۔ پانی پینے والا اور سمندر کے پانی میں اپنی رکھشا کرنے والا۔

ہنومان۔ ہر وہ شخص جس کی ٹھوڈی ٹیڑھی ہو۔

پَون سُت۔ ہوا کا بیٹا مراد ہوا کی مانند تیز رفتار

چھلوگ۔ پانی میں تیرنے والا اور بندر کی مانند لمبی لمبی چھلانگیں لگانے والا

اس تشریح سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نام ہنومان کے اصلی نام نہ تھے بلکہ صفاتی نام تھے اور یہ سب اوصاف اُس میں موجود تھے،

اس ثبوت کی پختگی ایک انگریز مصنف کے قول سے ہو سکتی ہے وہ پکچرز آف انڈیا کے صفحہ ۱۶۹ تا ۲۰۹ پر رقمطراز ہے کہ بانر سنسکرت لغت کی رُو سے جنگل میں رہ کر پھل پھول کھا کر گذارہ کرنے والے کو کہتے ہیں۔ یہ قوم بھیل اور گونڈ لوگوں کی مانند جنگلوں میں رہا کرتی تھی۔"

اس کے علاوہ ہندوستان میں مختلف قومیں آباد ہیں۔ ان قوموں کے فرقے ہیں۔ جن کو ذاتیں کہتے ہیں۔ ناگ، دیو، تپاگ وغیرہ قوموں کے لوگ ہندوستان میں پائے جاتے ہیں۔ ناگ ذات کے راجپوتوں کا بسایا ہوا شہر ناگ پور اب تک موجود ہے۔ اسیطرح ہو سکتا ہے کہ بانر نام کی کوئی ذات ہندوستان میں ہو۔ اور ہنومان کا اس سے تعلق ہو مندرجہ بالا سطور سے ہنومان کا انسانی نسل سے ہونا ثابت ہوتا ہے کہ وہ کس قسم کا انسان تھا۔

بالمیکی رامائن کے کشکندھا کانڈ میں رام چندرجی اور ہنومان کی ملاقات کا ذکر آتا ہے: "ہنومان نے شستہ زبان میں ان سے بات چیت کی۔ ہنومان کے چلے جانے کے بعد رام چندرجی نے لکشمن کو بتایا۔ کہ ہنومان رگ وید اور یجر وید کا عالم ہے۔ اور اس نے دیاکرن کا بارہا مطالعہ کیا ہے، دورانِ گفتگو میں اُس کی زبان سے ایک لفظ بھی غلط نہیں نکلا۔ اسی کانڈ میں رام اور سگریو کی دوستی کے وقت یگیہ کے لئے آگ درکار تھی ہنومان نے یگیہ کے رواج کی مانند ارنیوں کو رگڑ کر آگ پیدا کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یگیہ، ہون، وغیرہ کے قواعد سے بھی بے بہرہ نہیں تھا۔

اسی کانڈ میں یہ بھی درج ہے کہ سگریو کو سیتا کی تلاش کرنے کے لئے جو اُپدیش دیا ہے وہ نہایت عالمانہ ہے اور ویدوں سے بے بہرہ انسان اس قسم کا اُپدیش نہیں دے سکتا۔

ہنومان رات کے وقت سیتاجی کے پاس رام چندرجی کا پیغام لے کر اشوک باٹکا میں پہنچا۔ رات کو پہنچنے کی وجہ یہ تھی کہ لنکا کی سرحدوں پر زبردست پہرہ تھا۔ اس سے جہاں ہنومان کا آدمی ہونا ثابت ہوتا ہے

وہاں اُس کی فرزانگی بھی ثابت ہوتی ہے۔

اُس کانڈ میں یہ بھی درج ہے۔ کہ سُگریو کے دربار میں جاموَنت انگد، نل اور نیل جیسے وِدْوان موجود تھے اور چونکہ اُسے ہنومان کی فضلیت پر فخر تھا۔ اس لئے پیامبری کا شرف اُسے ہی بخشا گیا، سُگریو ان الفاظ میں ہنومان سے گویا ہوا ۔ کہ اے ہنومان تُو طاقتور ہے، حوصلہ اور جرأت رکھتا ہے، موقعہ و محل کو پہچانتا ہے اور صاحب عقل و تمیز ہے اس لئے تو ہی یہ کام کر سکتا ہے۔

اُتر کانڈ میں آتا ہے، کہ بن باس کے بعد رام چندر جی کا راج تلک ہوا اور رسم تاجپوشی کے بعد سب راجاؤں کو رُخصت کر کے رام چندر جی نے اپنی قیمتی مالا ہنومان کے گلے میں ڈال دی۔ اگر ہنومان بندر ہوتا اور اگر رام چندر جی اُس کی فضلیت اور دانائی کے قائل نہ ہوتے۔ تو ان سے یہ حرکت کبھی بھی سرزد نہ ہوتی۔

مندرجہ بالا حوالہ جات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہنومان اعلیٰ درجہ کے عالم و فاضل، ماہر سیاسیات، نفس کش، جرنیل، بہادر اور بنی نوع انسان کا بہی خواہ اور بہترین مُربی تھا۔ سُگریو کے دربار میں اُسے وزیر اعظم کا درجہ حاصل تھا، جن مصائب کو جھیل کر ہنومان نے رام چندر جی کی نِشکام سیوا کی۔ اُس کے لئے وہ اُس کے شکر گذار اور ممنون تھے

بولو پَوَن سُت مہابیر کی جے

رسالہ شکتی دہلی کا سالنامہ "شِشو انک" ہوگا، ملیجر

اگر آپ چاہتے ہیں کہ :

کہ آپ کے بچوں کا اخلاق بلند ہو تو انہیں فحش لٹریچر سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کریں اس وقت مارکیٹ میں عیاشی پھیلانے والے رسالوں اور کتابوں کا غلبہ چھایا ہوا ہے جن کو پڑھنے سے نوجوان لڑکے لڑکیوں کا راہ سے بھٹک جانا ضروری ہو جاتا ہے اگر آپ اس خطرہ سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں، تو اپنے بچوں کو ایسے لٹریچر کا عادی بننے سے پہلے ہی اچھے رسالے اور کتابیں پڑھنے کی ترغیب دینا اپنا فرض سمجھیں ورنہ بعد میں پچھتانے سے کچھ حاصل نہ ہوگا کہانیاں پڑھنے کا شوق سبھی نوجوانوں کو ہوتا ہے اور اس میں کوئی بُرائی نہیں ہے صرف یہ دیکھنا چاہئیے کہ ان کہانیوں کے ذریعہ اُن کے نازک جذبات کو بھڑکانے کی کوشش نہ کی جا رہی ہو ہمیں دُکھ ہے کہ آج بھارت کے عام رسالے رومانی افسانوں کی اشاعت اختیار کئے ہوئے ہیں، چند گنتی کے پرچوں کو چھوڑ کر سبھی نے مُلک کا اخلاق بگاڑنے کی راہ اختیار کر رکھی ہے، ایسی حالت میں ذمہ دار اصحاب کا فرض ہو جاتا ہے کہ وہ محتاط ہو کر جہاں خود ایسے فحش لٹریچر سے بچیں وہاں اپنی اولاد کو بھی راہ راست پر رکھنے کی غرض سے انہیں بہترین قسم کی کہانیاں اور مضامین پڑھنے کی عادت ڈالیں آپ کی اسی ضرورت کو ملحوظ رکھ کر رسالہ "شکتی" ہندی کا اجرا کیا گیا ہے، نمونہ مفت۔ سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر ۱۰/-۴ روپے وی پی ۸/- زائد (نوٹ) ہر ماہ پاٹھکوں کو انعامات بھی تقسیم کئے جاتے ہیں

برہمانند سنچالک "شکتی" بازار اجمیری گیٹ دہلی

دل کی بات

از قلم:۔ کوی لوک ناتھ جی دِل

تجھے اپنا بنانا چاہتا ہوں ؎
نکٹ تیرے ہی آنا چاہتا ہوں

تیری مسکان کی شیتل چھٹا سے
کلی دل کی کھلانا چاہتا ہوں

تیری الکوں کی چھایا میں میں سو کر
یہ بھاگیہ اپنا جگانا چاہتا ہوں

تیرے پٹ پیت میں مکھڑا چھپا کر
لبندت اپنی مٹانا چاہتا ہوں

تیرے پدپدم پر بھنورے کی مانند
سدا میں گنگنانا چاہتا ہوں

تیری کرُونا کے دیپک سے اندھیرا
جو چھایا ہے مٹانا چاہتا ہوں

تیری پوجا سے سونے من کی نگری
سدا سُندر بنانا چاہتا ہوں

تیری بنسی کی تانوں سے سدا ہی
میں کانوں کو لبھانا چاہتا ہوں

تیرے چرنوں کی دھولی او کنھیا ؎
میں ماتھے پر لگانا چاہتا ہوں

تیرے چرنامرت کو پان کر کے ؎
لگی دِل کی بجھانا چاہتا ہوں

تیرے مندر کی چوکھٹ پر گھسا کر
یہ مستک جگمگانا چاہتا ہوں

تجھے بٹھا کے دِل کی دھڑکنوں میں
سدا جھولا جھلانا چاہتا ہوں

تیری اِک یاد کا پاکر سہارا ؎
جگت کو بھول جانا چاہتا ہوں

سمن میں جس طرح سے ہو سُگندھی
یونہی دِل میں بسانا چاہتا ہوں

لٹا کر سمپتی جیون کی ساری
تجھے جیون میں پانا چاہتا ہوں

میری پائل میں ہو جھنکار اُنہیں
نرت تجھکو دِکھانا چاہتا ہوں

سنور جائے میرے ہردیہ کی وِینا
میں تیرے گیت گانا چاہتا ہوں

ابھی جیون میں سنمکھ تیرے ہو کر
وِیتھا من کی سنانا چاہتا ہوں

تو اپنا لے مجھے اپنا سمجھ کر
کوئی ایسا بہانہ چاہتا ہوں

تیری سرشٹی سے اُکتا کر تیری ہی
شرن میں اب ٹھکانہ چاہتا ہوں

میں نربل ہوں تیری کرُونا کے بل پر
سپھلتا آج پانا چاہتا ہوں

ہزاروں جنم چاہے لے کے آؤں
تجھے لیکن رجھانا چاہتا ہوں

تیری پوجا میں تیری ارچنا میں
میں ہر جیون بتانا چاہتا ہوں

مجھے مکتی کی کچھ پرواہ نہیں ہے
تجھے اپنا بنانا چاہتا ہوں

خواتین اجودھیا

از
پنڈت ہردے نارائن جی دگیر

واقف نہیں تُو روح کی عظمت سے ابھی۔ مسحُور ہے نظارۂ فطرت سے ابھی
قائم ہے ترے دم ہی سے عالم کا نظام۔ بے بہرہ ہے تُو اپنی حقیقت سے ابھی

دورِ حاضرہ میں بھارتیہ تہذیب کی جوانی محوِ زوال ہے۔ تعصب وقت کا قانون اِنسانیت کی حق رسی کا خون کر رہا ہے۔ صداقت اور حقیقت اس بربریت کے دَور میں ذلیل و خوار ہے۔ سائنس کے اس ترقی لپسند ماحول میں انسان الیتور کی لامحدود اور افضل و برتر ہستی سے منحرف ہو کر اخلاق اور تہذیب کا دامن چھوڑ چکا ہے۔ دھرم استھانوں مندروں اور شوالوں کی وہ دُرگت ہے کہ دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ دُنیا ناستکتا کی طرف مائل رجوع ہے۔ وید منتروں اور دھارمک کتھاؤں کے بدلے آج گھر گھر ریڈیائی نغمے اور فلمی گیتوں کی حیا سوز تانیں کانوں میں گونجتی ہیں۔

کسی بھی سینما گھر میں چلے جائیں تو ہال کی دیواروں پر مردوں کی حیا سوز اور اخلاق کش تصویریں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ اِن فحش اور عریانی خیز تصاویر سے ہمارا قلبی اور دماغی ہیجان و بھچار اور بداخلاقی کی جانب بڑھتا ہے۔ ہمارے نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کے آچار وچار پر ان تصاویر کا بہت بُرا اثر پڑتا ہے اور ہماری آنیوالی نسلوں پر ان کے تاثرات سے جذبات و خیالات بگڑنے کا خدشہ لاحق ہے اور یہ بھارتیہ تہذیب کی بیخ کنی کا بدترین سادھن ہے۔

ریڈیو سٹیشنوں کے پروگراموں کا بھی یہی حال ہے۔ ان پروگراموں میں مشاعروں اور گیتوں کی تانوں میں اخلاق اور کیریکٹر کی گلاکشی ہوتی ہے۔ دُنیا سب کچھ دیکھتی ہوئی بھی اس حیا سوز ماحول پر فریفتہ ہے اس زمانہ کے تغیر نے تو بھارتیہ تہذیب کا بیڑا غرق کر کے رکھ دیا لیکن ہم اسے ترقی لپسند ماحول کہتے ہیں ؎

بھلا ہوا میری مالا ٹوٹی۔ رام بھجن کی وپتا چھوٹی نوو

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ہماری معصوم اور نادان سنتانوں کا رجوع بداخلاقی اور بدتہذیبی کی طرف مائل پرواز ہے۔ یہی سنتانیں جو آج سے دس بارہ برس پہلے جلسوں اور جلوسوں اور بیاہ شادیوں میں ایسے حیا سوز گیت گانے میں شرم اور جھجک محسوس کرتی تھیں، لیکن آج بھارت کی وہی سنتانیں ریڈیوؤں کے فیچروں میں بڑے شوق سے حصہ لینے میں فخر محسوس کرتی ہیں، ہماری نوجوان لڑکیاں سیتا اور ساوتری، اہلیہ اور دروپدی کی تمثیلوں کو فراموش کر کے آج نرگس اور ثریا بننے کی دِلدادہ ہیں۔ لڑکیوں کا کیا قصور ہم خود اس پاداش تہذیب و اخلاق کے ذمہ دار ہیں جو اپنی سنتانوں کو ایسے غلیظ اور بدترین اخلاق کش پروگراموں میں بھیجنے میں فخر محسوس کرتے ہیں یہ رواج دیکھ کر نہ صرف ہماری بلکہ بھارت ماتا کی بزرگی اور پاکیزگی جذبہ ندامت سے سرنگوں ہو جاتی ہے۔ ایشور ہی کوئی اپنا روپ دھارن کرے تو سدھار ہو جائے ورنہ ہم اس تہذیب کی فضا میں اپنی پراچین سنسکرتی کو زندہ دیکھنے سے قاصر ہیں ؎

اُٹھ سکا جن سے نہ ململ کا دوپٹہ سر پر۔ گرہست کے کانٹوں کا جھاڑ ان سے اُٹھانا مشکل
جن سے آپ اُٹھ نہ سکا پینے کو پانی کا گلاس۔ خانہ داری کا پہاڑ ان سے اُٹھانا مشکل

بھگوان نے ناری جگت کی رچنا اس لئے کی کہ وہ ایک کامیاب عورت بن کر اپنے خاوند کے اُونچا اُٹھانے میں معاون ہو۔ ایک سلیقہ شعار عورت کو بہت کچھ سیکھنے کی ضرورت ہے، عورت اپنے دیش اور جاتی کی تہذیب و تمدن کی استقامت کی بہت حد تک ذمہ دار

ہے۔ ایک بڑے آدمی کی بیوی اور بیٹی بننا آسان نہیں۔ اس کے لئے ناری کو بڑے تپ اور تیاگ کی ضرورت ہے۔ بھارت کی ناری جس کی دم خم سے بھارت کا نام زندہ تھا۔ بھارت کا پرچم اخلاق فضا کی بلندیوں میں لہراتا تھا آج اسی ناری کی بدولت فیشن پرستی کی حیاسوز بدعت کے زہریلے جراثیم سے بھارت مسحور نظارہ ہے۔ پوتر اور پاک بھارت کی مقدس پیشانی آج کی ناری کی بدولت ندامت کوش ہے ؎

لٹیں گوندھی ہوئی لٹکائی ہیں تا حد کمر
سر ہے ننگا ترا گالوں پہ ہے رقصاں پاؤڈر
کاش! تو ہندی گھرانے میں نہ پیدا ہوتی
ڈستی ایسا ہی نہ تہذیب کو ناگن بن کر

بھارت کی ناری کے بطن سے بڑے بڑے یودھا۔ ایشور بھگت فلاسفروں نے جنم لیا۔ ہزاروں برسوں سے ان کی قربانی جیون آدرش رہا اور ان کے بلند کیریکٹر اور سنہری اخلاق نے ناری جگت کی عظمت کو دوبالا کیا۔ آج کی ناری خود اپنی عظمت کو فراموش کر چکی ہے۔ یہ مسلمہ امر ہے کہ جہاں ناری کے کیریکٹر میں خلا پیدا ہو جائے وہاں مردوں کی دنیا ایک تاریک خندق بن جاتی ہے۔ عورت نہ صرف اپنے معیار کو اونچا رکھنے کی ذمہ دار ہے بلکہ وہ مردوں کے اخلاق کو بھی سدھارنے میں معاونہ کا کام کرتی ہے، عورت کے بل بوتے پر ہی کبھی دیش اور جاتی کے چرتر کا نرمان ہوتا ہے۔ عورت میں ذوق عمل کا جذبہ فطرتی ہے عورت چاہے تو دیش کی سرزمین کو عرش سے ٹکرا سکتی ہے، کوہ کی وسعت کاہ میں بھر سکتی ہے، شبیر کی دلیری راحیلہ کو دے سکتی ہے ؎

غنچوں کو دیا درس تکلم ہم نے ۔ پھولوں کو دیا خوش تبسم ہم نے
وابستہ ہمیں سے ہے چمن کی رونق ۔ بلبل کو دیا ذوق ترنم ہم نے

حقیقت اور صداقت جھٹلائی نہیں جا سکتی، دیش اور جاتی کے چرتر نرمان میں ناری کا ہاتھ وابستہ ہے، سیتا اور ساوتری کے بلند کیریکٹر کو ہم کسی پہلو بھی فراموش نہیں کر سکتے، آج کے ناستک لوگ رامائن اور مہابھارت کو فرضی قصے کہانیاں کہنے سے دریغ نہیں کرتے اور بھارت کی پراچین سنسکرتی کو دقیانوسی کا زمانہ سمجھتے ہیں لیکن حقیقت میں رامائن ایک ایسا ہندو دھارمک گرنتھ ہے جسے ہم اپنی مشعل زندگی سمجھیں تو بے جا نہیں ہے، بھگوان رام کا آدرش جیون اور سیتا مہارانی کے پتی برت دھرم اور تیاگ کی داستانیں ہمیں رموزِ حیات جاوداں کا درس دیتی ہیں۔ لیکن ہم کوتاہ بینی کے باعث رامائن جیسے قیمتی اور نصیحت آمیز دھارمک لٹریچر کو محض ناول اور بچوں کے قصے کہانیاں سمجھ کر انصاف و حقیقت سے منحرف ہوتے ہیں۔ ہماری یہ اخلاقی بغاوت ہمیں گمراہی کی تاریک وادیوں میں دھکیلنے کی کفیل ہیں۔ ورنہ رامائن کے ایک ایک کردار کی زندگی اپنے اندر ایک بلند آدرش لئے ہوئے ہے ؎

اپنے ڈگر سے ہٹتا نہیں دیکھ لی موڑ کے من کی باگ
پاپی من پاپی ہی رہے گا کاشی جاؤ یا پریاگ

صرف ہندو جگت ہی نہیں بلکہ دنیا کا ہر مذہب، ہر طبقہ اور ہر ذی ہوش انسان بھگوتی سیتا کے بلند کیریکٹر کا معتقد ہے لیکن اجودھیا کے شاہی خاندان کی دیگر خواتین بھی کسی پہلو خراج تحسین لینے سے بعید نہیں لیکن افسوس اس امر کا ہے کہ ہمارے اتہاس کے مصنفین نے ان سے پورا پورا انصاف نہیں کیا بلکہ انہیں اتہاس کے ایک تنگ و تاریک کونے میں پھینک کر انہیں اپنی خاموش زندگی کا خاموش آدرش دینے پر مجبور کر دکھا ہے یہ پوتر اور پاک خواتین، ناری جگت کا سرتاج اور دخترانِ ہند لکشمن جی کی دھرم پتنی ارملا، شری بھرت جی کی اہلیہ مانڈوی اور شترگھن کی رفیقہ حیات شرت کیرتی ہیں جنہوں نے شاہی محلوں میں رہ کر بھی رام بن باس کے چودہ برس کا عرصہ ایک تپسوی ناری کی طرح گزار دیا اور اپنے خاوندوں کے ساتھ اپنے ناری دھرم اور اس کی پابندیوں کا احترام کیا لیکن ہمارے اتہاس نے ان کے احترام میں کوئی صدائے بازگشت نہیں کی۔

ارملا کے سینے میں ایک عورت کا دھڑکتا دل تھا وہ اپنے شدت کے دھڑکتے سینے میں احساس کی آہیں بھرتی تھی، رام بن باس

کے وقت جب سیتا مہارانی رام کے ہمراہ بن جانے کو تیار ہوئیں تو رام نے اُنہیں دشت و بیابان کے مصائب کا ذکر کیا تو وہ رام کے منع کرنے پر بھی ان کے ہمراہ گئیں۔ لکشمن جی نے بھی بھائی اور بھاوج کی خدمت بجالانے کے لئے آپنے آپ کو پیش کیا اور بھگوان کو اپنا ہم خیال بنا لیا۔ لکشمن جی جب اپنی دہرم تپنی ارملا سے رخصت لینے کے لئے محل میں آئے تو ارملا نے متجسس نگاہوں سے بن میں ساتھ چلنے کی پرارتھنا کی تو لکشمن جی نے سمجھایا کہ تمہارے ہوتے ہوئے میں اپنے فرائض کی انجام دہی سے قاصر رہوں گا۔ یہ چودہ برس کا عرصہ آنکھ جھپکتے گزر جائے گا اور تم ماتا کوشلیا کی سیوا کے لئے ان کے پاس رہو تاکہ رام بن باس کا صدمہ اور پتا جی کی مرتیو کا آزار ان کے قلب حزیں کو دکھی نہ کر سکے۔

اُرملا نے دِل چیر دینے والی نگاہوں سے لکشمن جی کو دیکھا اور ملتجی نگاہوں میں عارض ہوئی کہ میں بھی ستیا جی کی سیوا کے لئے ساتھ چلوں گی لیکن لکشمن جی بضد تھے۔ انہوں نے اُرملا کو سیوا اور دہرم کا برت پالن کرنے کا آدیش دیا۔

اُرملا نے پھٹے دل سے غم کے آنسو پی لئے، اس نے لکشمن جی کی خاک پا کو اپنی مانگ میں رکھ لیا۔ لکشمن جی بن باس کو چلے گئے۔ اُرملا محلوں میں رہی۔ شہزادانہ زندگی کا تیاگ کر کے وہ ماتا کوشلیا کی ایک فرمانبردار کنیز بن کر رہی۔ شاہی لباس اُتار دیا اور زندگی کے تمام لوازمات کو ترک کر دیا۔ اُرملا نے نشکام سیوا سے اپنی زندگی بسر کی۔ اُرملا ایک خاموش تپسونی ناری جگت کی باعظمت دیوی اپنی جلیٹھانی، بھگوتی سیتا سے کسیقدر کم نہ تھی، لیکن ہمارے اتہاس نے اس راج دُلاری تپسونی کا ذکر بہت کم کیا ہے، اسی کے بطن سے ایک دہرم پرائن خوبصورت اور بودھا لڑکے نے جنم لیا جس کی جرأت، جسارت، بہادری اور دلیری کی داستانوں کا تذکرہ سنسکرت کے ایک شاعر نے اپنی تصنیف "اُتر رام پرت" میں دل کھول کر کیا ہے۔

رانی کیکئی کے متعلق میں پورے وثوق سے نہیں کہہ سکتا کہ آیا وہ کشمیر کی راج دُلاری تھی یا کانگڑہ کی لیکن بعض مصنفین نے اسے علاقہ راولپنڈی کی راج کماری لکھا ہے۔ خیر کچھ بھی ہو اس کا نام اتہاس میں بُری طرح بدنام ہے کیونکہ اس نے اپنی کنیز منتھرا کی پھسلاہٹ پر رام کو چودہ برس کا بن باس دلایا اور اپنے بیٹے بھرت کو ایودھیا کے تخت و تاج کا حقدار قرار دیا۔ اسی نقطہ نظر سے اس نے بیوہ بننا منظور کیا اور سوکن داہ کی روایت کو زندہ کر دیا۔ کیکئی کے اس کردار نے اتہاس کے اوراق کو داغدار کر دیا اور ناری جگت کی پیشانی پر بدنما دھبہ لگا دیا، عوام اسے نفرت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ کیکئی اپنی اس بدنامی کو رہتی دُنیا تک بھی شاید نہ مٹا سکے سے

قیامت تک اگر دھوتا رہے دِل اشک توبہ سے
مگر ممکن نہیں داغِ گناہ کا دُور ہو جانا

کیکئی کے متعلق اتہاس اس بات سے بھی انکاری نہیں کہ اسے رام سے بے حد محبت تھی۔ اس کی مادرانہ نگاہوں میں رام کا درجہ بھرت سے بھی بلند ہے۔ کوشلیا سے بڑھ کر وہ رام پر فریفتہ تھی۔ لیکن تعجب کی بات ہے کہ اس مادری شفقت کے مقابلہ میں کیکئی نے سوکن داہ کو کتنی بیدردی سے ترجیح دی۔ اس کی وجہ عوام نہیں سمجھ سکتے۔ حقیقت میں ہم اتہاس کی ان رنگین سطور سے ناآشنا ہیں جن میں کیکئی کے اعلیٰ اور افضل کیریکٹر کے نقوش منقش ہیں۔ بدیں وجہ ہم اس ماہیت کی گہرائیوں تک پہنچنے سے قاصر ہیں۔

(باقی پھر)

مفت طلب کریں

سرمہ امرت شلاکا کے چند روز کے استعمال سے کمی نگاہ، دھند ککرے، آشوب، پانی بہنا، پھولا، جالا، زخم چشم اور ابتدائی موتیابند وغیرہ عوارضات چشم کافور ہوتے ہیں، ضرورت مند اصحاب صرف چار آنے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر نمونہ مفت طلب فرمائیں۔ یہ چار آنہ کے ٹکٹ ڈاک خرچ کے لئے ہیں۔ بھارت آیوروید کاوشدھالیہ مکیریاں (پنجاب)

بھیلنی کے بیر

از قلم امیر الشعرا دیوان پنڈی داس جی قمرؔ

شبری کے بیر گوہرِ شاہوار بن گئے
اہلِ زباں میں پریم کا اظہار بن گئے

چن چن کے بھیلنی نے اکٹھا کیا انہیں
سوغاتِ پُرسرور سمجھ کر رکھا انہیں

دل میں ہے انتظار کہ کب رام آئیں گے
آنکھیں ترس رہی ہیں کہ درشن دکھائیں گے

جنگل میں آج راج دلارا ہے پھر رہا
جسرتھ کی چشمِ شوق کا تارا ہے پھر رہا

عالم کا درد رکھتا ہے جو دل کے چاک میں
وہ تخت و تاج چھوڑ کے سوتا ہے خاک میں

اس پریم کی کشش نے نظارا دکھا دیا
شبری کی چشمِ شوق نے تارا دکھا دیا

شبری کے گھر میں آئے شری رام اس طرح
کٹیا میں دور کی ہیں گھنشیام جس طرح

مشہور ہیں پربھو کی ذرہ نوازیاں
دیالو ہیں دینا ناتھ ہیں رکھشک ہیں مہرباں

وہ بھیلنی کہاں وہ شہِ دو جہاں کہاں
ذرہ پہ آج مہر کی ہیں جلوہ پاشیاں

بھگتوں کے بس میں رہتے ہیں بھگوان دیکھئے
شبری کے دل کا جذبۂ ایمان دیکھئے

جھوٹے بیر کھائے رام نے شبری کے ہاتھ سے
ملتی یہ طلب غریب کو دنیوں کے ناتھ سے

ایک ایک بیر مہر و محبت کی کان ہے
عزت ملی غریب کو رگھبر کی شان ہے

سیا پتی کا پریم کے بس میں یہ حال ہے
لچھمن کے دل میں اور ہی لیکن خیال ہے

وہ بے خبر ہے جس سے شری رام باخبر
دونوں پہ ایک شے نے علیحدہ کیا اثر

دل اُن کا بے قرار ہے پامال دیکھ کر
بحرِ کرم اُچھلتا ہے کنگال دیکھ کر

مجھ کو نہال کرنے میں کیوں اتنی دیر ہے
ہر شعر مجھ غریب کا شبری کا بیر ہے

رسالہ شکتی دہلی کا سالنامہ "شو انک" کی تیاریاں زور و شور سے شروع ہو گئی ہیں۔ یہ ۱۰۰ بڑے صفحات پر مشتمل ہوگا۔ ٹائٹل انگلش آرٹ پیپر پر دو رنگ میں چھپے گا۔ قیمت دو روپیہ مقرر ہوگی لیکن شکتی کے مستقل خریداروں کو سالانہ چندہ مبلغ چھ روپے میں ہی بھینٹ ہوگا۔ یکم دسمبر تک چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجنے پر ایک روپیہ کی خاص رعایت ہوگی، عمر و نمبر دار اصحاب رعایتی چندہ مبلغ پانچ روپے بھیج کر اس خاص رعایت کے حقدار ہیں۔

(مینجر)

خوش مزاجی اور بشاشت

از قلم
مہاتما
بھاگ مل جی
سینی

انسان کی پائدار صفت خوشی ہے، انسان انسانیت کے سارے فخر کے ساتھ جس بہترین صفت پر ناز کر سکتا ہے وہ ہے خوشی۔ کیونکہ حضرت انسان اس لامحدود ذات کا ایک باخبر ظہوری مرکز ہے جو سرور مطلق ہے سرسری نظر سے وہ بیشک رنج و غم کا پتلا نظر آتا ہے مگر گہری نظر سے وہ روحانی کیف و سرور کی ابدی روح ہے۔ اگر چہرہ پر بشاشت، برتاؤ میں خوش مزاجی، کاموں میں خوشی اور حرکات میں لطافت موجود نہیں تو ہمارے اندر روحانیت جنم نہیں لے سکتی ہاں روحانیت کا خبط ہو سکتا ہے بشاشت روحانی صحت کا دوسرا نام ہے۔ اگر انسان میں بشاشت اور خوش مزاجی نہ پائے جائیں تو سمجھو کہ ابھی تک صحیح زندگی کے حصول میں دیر ہے،

بقول شری پت ایڈیسن پھولوں کے لئے سورج دیوتا کی حرارت اور روشنی جو اہمیت رکھتی ہے وہی اہمیت خوشی اور بشاشت اور مسکراہٹ انسانوں کے لئے رکھتی ہے ہر روز ہر گھڑی ہر لمحہ خوش و خرم رہنا اور ہر کس و ناکس کے ساتھ لطف کلامی اور کشادہ روئی سے پیش آنا ہم میں سے ہر ایک آدمی کا آدرش ہونا چاہئے۔ ناخوشی تباہ کن عادات پیدا کرتی ہے، جھوٹ بلواتی ہے سنگین جرم پر آمادہ کرتی ہے لاپروائی، سستی اور حسد کی بھٹی میں جھونکتی ہے خلاف اس کے خوشی اور بشاشت، طاقت، قیمت، عقل اور من کے امن و سکون میں اضافہ کرتی ہے اور آنکھوں میں وہ روشنی اور چمک پیدا کرتی ہے جسے تمام لوگ روحانی طاقت کا نام دیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں میں مسٹر لارسن کے ان زوردار اور سچائی سے لبریز الفاظ کی صداقت پر زور دیتا ہوں ـــــ

"ڈنگ نکال دو، شکوے چھوڑ دو، آہیں روک لو، یہ تمہارے دشمن ہیں یہ کبھی بھی تمہاری خوشی میں اضافہ نہیں کر سکیں گے اور ہم سب خوشی دینے کے لئے جیسے ہیں ہر ایک لفظ سے ڈنگ نکال دو، مہربانی سے بھرے ہوئے الفاظ کا استعمال کرو۔ ہر کسی کے ساتھ مہربانی اور نرمی سے بولنا بڑی آتما کی نشانی ہے۔

"اپنے لہجہ میں سے شکایت نکال دو، جتنی زیادہ شکایت آپ کریں گے اتنے ہی زیادہ آپ کے دوست اور مواقع گھٹتے جائیں گے، میٹھا بولیں، جو کچھ آپ کے دل سے نکلتا ہے اس میں آہ نہ رہنے دیں خوشی اور مطمئن ـــ ہر وقت خوش اور مطمئن رہو۔ آپ کی روح گائے آپ کا دل ناچے، آپ کی آتما میں اس بات کا ثبوت ہو کہ زندگی شاندار ہے ـــــ کیونکہ ہیچ مچ زندگی خوبصورت ہے۔"

"ہر ایک آہ ایک بوجھ ہے۔ ہر ایک آہ تکلیف پیدا کرتی ہے ناکامی کا پیش خیمہ ہے۔ ہر ایک ڈنگ خوشی کا قاتل ہے اور افسردگی پھیلانے والا ہے آہوں کی دنیا میں رہنا ہر ایک خوبصورت چیز کی طرف سے آنکھیں بند کرنے کے مترادف ہے۔ ہم جتنی زیادہ آہیں بھرتے ہیں اتنا ہی کم جیتے ہیں کیونکہ ہر ایک آہ کمزوری، ہار اور موت کی طرف ہمیں لے جاتی ہے، ڈنگ نکال دو، شکوے بھول جاؤ آہیں روک لو۔ یہ آپ کے دوست نہیں ہیں۔"

خوشی کے سلسلہ میں ایک اور صاحب فرماتے ہیں ـــــ

"خوشی سے پوشیدہ قوتیں پیدا ہوتی ہیں خوشی سے زیادہ کوئی شہپاری

نہیں اور خوشی کے لئے کوئی قربانی مہنگی نہیں۔ اس کے لئے ہر خطرے میں پڑنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ جن بھی خیالات سے خوشی کی لگن پیدا ہوتی ہے انہیں سوچیں اس سے ضروری یہ ہے کہ جو بھی خیال آپ کی خوشی چھینتا ہے یا گھٹاتا ہے اس سے کوئی سروکار نہ رکھیں جو شخص خوشی کا مجسمہ نہیں —— اس کا سب کچھ غلط ہے اس کا مذہب غلط ہے اس کا خدا غلط ہے۔"

خوشی اور بشاشت اعلیٰ ارتقا یعنی نشو و نما پانے اور ترقی کرنے کی ایک اکسیر دوا ہے۔ جس انسان میں خوشی اور بشاشت کی عادت ہوتی ہے لوگ اس پر پروانہ کی مانند مرتے ہیں جہاں وہ اٹھتا بیٹھتا ہے وہ کمرا بھرا بھرا معلوم دیتا ہے اور جب وہ چلا جاتا ہے تو اپنے پیچھے ایک عجیب و غریب خلا چھوڑ جاتا ہے۔ ٹوکیو (جاپان) امپیریل سنسکرت کالج کے پروفیسر تاکا کسو نے شری سوامی رام تیرتھ کے شگفتہ چہرے کے دیدار سے متاثر اور فیضیاب ہو کر جاپان کے ایک مشہور ترین اخبار میں لکھا تھا ——

" میں نے اپنی ساری زندگی میں محض ایک ہی لاثانی شخصیت دیکھی ہے اور وہ قابل تقلید انڈین خلاسفر سوامی رام تیرتھ ہیں" ان کی بابت وہاں کے ایک اور بڑے صاحب لکھتے ہیں ——

" جب سے سوامی رام تیرتھ ہم سے جدا ہوئے ہم اُن کی لامحدود محبت میں غرق ہیں۔ ان کے پریم کے عشق کے چنگل میں قید ہیں اور اپنے کمروں میں ہفتوں اور مہینوں رام کا وہی شگفتہ چہرہ وہی مسکراتے لب وہی پریم بھری ادائیں دیکھ کر باغ باغ ہو جاتے ہیں۔"

خوشی اور بشاشت کی گھر میں بازار میں گاڑی میں مجلس میں غرضیکہ ہر جگہ ضرورت ہے کیونکہ یہ اعلیٰ صفات انسان کی ہر وقت کی تمام و کمال الجھنوں کو سلجھا سکتی ہیں، خواہ تم کیسے ہی سخت حالات میں کیوں نہ ہو، چہرے پر رنج و ملال کے آثار کبھی نمایاں نہ ہونے دو، ہر وقت بشاش اور خوش رہنے کی عادت ڈالو، ناخوشی سے انسان مثبت حالات سے منفی حالت میں بدل جاتا ہے۔

مہا پرش وہی ہے جو اپنے ارد گرد لاانتہا مصائب کو دیکھتا ہوا انہیں تربیت کے بے بہا وسائل بنا لیتا ہے یعنی اپنی راہ ترقی میں آگے ہی آگے بڑھنے کا نادر ذریعہ بنا لیتا ہے۔ مہاتما لوگ فرماتے ہیں۔ جب کالے بادل نظر آئیں ہمیشہ ان کے روپہلی کناروں کی طرف اپنی نگاہ رکھو، پہلے پہل ایسا کرنا ناممکنات سے نظر آتا ہے مگر مسلسل کوشش اور استقلال سے بالآخر خوش رہنا انسان کی طبع ثانی ہو جاتا ہے ع

لبوں کو تم تبسم آشنا رکھنا مصائب میں
وفا بن کر خود آئیں گی فضائیں تم پہ تاتل کی

مہاتما ایپک ٹیٹس فرماتے ہیں ——

اگر تم بالکل اکیلے ہوتے ہو تو دل ہی دل میں کہتے ہو "صحرا میں وقت گذار رہا ہوں،" اگر دوسرے تمہارے پاس ہوتے ہیں تو تم انہیں برے ناموں سے یاد کرتے ہو اور ان کو چور ڈاکو اور کپٹی کہتے ہو، اپنے لواحقین یعنی ماتا پتا، بچوں بھائیوں اور پڑوسیوں کے نقائص نکالتے رہتے ہو۔ صحیح اور درست بات تو یہ ہے کہ جب کوئی بھی پاس نہ ہو تو کہو میں آزادی اور شانتی میں فرشتوں کی مانند زندگی بسر کر رہا ہوں اور جب دوسروں کے ساتھ ہو تو یہ بات نہ کہو " شور و غل سے جان سخت عذاب میں ہے بلکہ یہ کہ مجلس میں آنند لوٹ رہا ہوں" جو لوگ ایسا کرنے سے گھبراتے اور ڈرتے ہیں معلوم ہے ان کی سزا کیا ہے؟ بس وہی جو وہ بھگت رہے ہیں۔ جو شخص ایکانت سے تنگ ہے اسے برا بیٹا بننے اور رونے دھونے دو، جو بچوں سے تنگ ہے اسے برا باپ بنا رہنے دو ایسے انسان کو بندی خانہ میں ڈال دو، کس بندی خانہ میں؟ جس میں وہ پہلے ہی قید ہے۔ کیونکہ وہ ایک ایسی حالت میں ہے جو اس کی ذاتی خواہش کے عین برخلاف ہے اور جب کوئی انسان اپنی مرضی کے خلاف کسی حالت میں ہوتا ہے وہ اس کے لئے قید خانہ ہی ہے"

ہر ذی عقل کو اس پورن سچائی کے سامنے سرنگوں ہونا پڑتا

ہے کہ خوشی اور بشاشت ایک ایسا ہیرا ہے جو زندگی کی ہر شے کو کاٹ سکتا ہے۔ اس لئے آج ہی قوی ارادہ کر لو کہ خواہ حالات کیسے ہی کیوں ہوں ہر وقت خوش بشاش اور باامید رہیں گے اور سب کے ساتھ کشادہ دلی اور خندہ رو ہو کر ملیں گے، پہلے یہ بات اپنے تصور میں کرو پھر آہستہ آہستہ تمہارے دل میں خوشی اور بشاشت کا راگ چھڑ جائے گا۔

بڑے بڑے مہا پرش جس اعلیٰ صفت کی وجہ سے یاد کئے جاتے ہیں وہ ہے خوشی۔ اُن کے دل میں اس کا بے پناہ جذبہ تھا، رگ رگ میں غیر شخصی پریم کی رو بہتی تھی اور شیریں الفاظ میں رنج و غم اور تکالیف دور کرنے کی عجیب جادوگری تھی سچ پوچھئے اُن کی زندگی خوشی اور بشاشت کی آئینہ دار تھی جب وہ دوسروں سے ہم کلام ہوا کرتے تھے تو گویا پھول جھڑتے تھے اپنے باطنی نمود و سرور کی خوش کلامی میں ظاہر کرتے اور پھیلاتے تھے۔ کبیر امرت وچن ہے ہے

ایسی بانی بولیئے من کا آپا کھوئے ۔ اوروں کو سیتل کرے آپوں سیتل ہوئے
شبد برابر دھن نہیں جو کوئی جانے بول۔ ہیرا تو داموں ملے شبد کا مول نہ تول

مختصر یہ کہ وہ خوشی اور بشاشت کا ایک اشاعتی مرکز تھے، جملہ تکالیف اور رنج و غم کے خیالات کو فوراً بھول جاؤ خوشی اور بشاشت کی ٹانگوں پر کھڑے ہونے کا طریقہ سیکھو، جو انسان دائم رنج و غم کے خیالات میں مبتلا رہتا ہے۔ وہ محض اپنے اندرونی تاثرات اور دوسروں کے ہاتھ میں .... ایک اوزار ہے یعنی کیا اندرونی اور کیا بیرونی حالات اور واقعات اس کے ساتھ ہنسی مخول کرتے رہتے ہیں اُس کے حوصلہ افزا خیالات یا تو مر جاتے ہیں یا پس پشت پڑ جاتے ہیں، وہ جذبہ کی زندگی کے ساتھ کسی کام کو نہیں کر سکتا خوشی اور بشاشت کے نایاب اور انمول ہیروں کو مٹی میں ملانے والے نصب العین کو اختیار کرنے کی وجہ سے اُس کا جسم بھی کمزوری کا شکار ہو جاتا ہے، تھوڑا سا چلنے سے بھی دم پھول جاتا ہے۔ مشہور عالم ڈرامہ نویس شیکسپئیر کا قول ہے کہ "پژمردہ دل انسان محض ایک میل سفر کر کے چور چور ہو جاتا ہے حالانکہ خوش دل انسان سارا دن بھی چلتا رہے تو بھی نہیں تھکتا۔"

بقول ایک مہاتما "خوش طبعی کی جس بہترین زندگی کی ایک نہایت لازمی شرط ہے اگر تمہارے جیون میں خوش و خرم رہنے کی مٹھاس موجود ہے اور ہر فعل میں خوشی اور بشاشت کا نور ٹپکتا ہے تو سمجھ لو کہ تم ہر پہلو میں کامیاب ہو۔"

ہمارا ہر حالت میں خوش و خرم رہنا اور ہر کس و ناکس کے ساتھ شیریں کلامی اور شیریں زبانی سے پیش آنا نہ صرف ہماری اپنی ہی زندگی کو بتدریج دلچسپ اور مفید بناتا ہے بلکہ دوسروں کے دلوں میں بھی خوشی کا جذبہ پیدا کرتا ہے اس لئے خندہ اور بشاش رہنا چاہئے ہر وقت برگشتہ یا کبیدہ خاطر رہنے سے کیا حاصل۔ ناخوش رہ کر زندگی کی اصل مسرتوں سے مالامال ہونا گویا سانپ کے منہ سے امرت تلاش کرنے کے مترادف ہے۔ ہر وقت خوش رہنے کی عادت ڈالنی چاہئے۔ ہنس مکھ اور بشاش لوگ ہی دنیا میں رہنے کا حق رکھتے ہیں۔ کسی نے سچ کہا ہے

زندگی زندہ دلی کا نام ہے ۔ مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

زندگی جو زندہ دل کو خوش رکھے ہر وقت ہی
مردہ دل کو وہ سدا رکھتی حیراں ہے زندگی

چنداں پرواہ نہیں کوئی مضائقہ نہیں کہ تم دولت جمع کرنے میں ناکامیاب ہوتے ہو یا نہیں مگر لازمی اور لابدی ہے کہ آیا تم خوشی اور بشاشت کی دولت سے مالامال ہو؟ اور زندگی کو باقاعدہ خوش تر اور برتر بنانے میں لگے ہوئے ہو یا نہیں؟

زندگی بہت چھوٹی ہے اور بقول مہاتما گیٹے اس کا ہر ایک لمحہ اپنی انتہائی قیمت رکھتا ہے کیونکہ یہ آخری وقت کا نمائندہ ہوتا ہے اس لئے مناسب ہے کہ ہم اُسے بشاش مستند خوش اور باامید رہتے ہوئے بسر کریں، اور ناخوشی سے دائم بری رہیں ؎

اے شمع تیری عمر طبعی ہے ایک رات۔ ہنس کر گذار یا اُسے رو کر گذار دے

* امریکہ کے مشہور عالم شاعر والٹ وہیٹمین فرماتے ہیں کہ سچ مچ زندگی کا مقصد اعلیٰ سرور زندگی ہے BEING IS JOY BREATHING IS JOY (ہمارا ہونا اور سانس لینا ہی عین خوشی ہو جائے)

ندی کا گیت

از پروفیسر دیو دت پال ایم اے ایم او ایل

سوال۔ ندی پیاری بتا مجھکو کہانی زندگانی کی
ذرا معلوم ہو مجھکو حقیقت اس روانی کی
بتا یہ کس لئے رہتی ہے تیری جستجو جاری
بغیر اپنے مخاطب کے ہے کیوں یہ گفتگو جاری
بتا تو کسلیئے کہسار سے میدان میں آتی ہے
مصائب جھیلتی ہے جان پر بھی کھیل جاتی ہے
یہ اوڑھنی کس کے ماتم میں بھلا نیلی رواں ہیں
کیوں دلدوز تیرے لب پہ پیہم صدائیں ہیں
ذرا رک کر تو حالِ دل مجھے اپنا سناتی جا
ذرا مفہوم اپنے گیت کا مجھ کو بتاتی جا

جواب۔ مرے ہمدم میں اپنا حالِ دل تجھکو سناتی ہوں
تو جو پائے حقیقت بھی تجھکو بتاتی ہوں
بلے مجھکو پیا میرا مجھے ہے جستجو جس کی
سنا کرتی ہوں گوشِ ہوش سے میں گفتگو جسکی
تلاشِ یار پر مبنی سدا میری روانی ہے
اسی کے ہجر میں آنکھوں سے بہتا میرا پانی ہے
حسین تصویر جسکی میری آنکھوں میں سمانی ہے
اسی کی کھوج نے مجھ سے میری وادی چھڑائی ہے
اسی کی جستجو میں دل کو میرے بیقراری ہے
اسی کی کھوج میں شب کو سدا انجم شماری ہے
اسی کے ہجر میں چھوڑا ہے دامن مرغزاروں کا
نہیں ہے بے سبب سر پھوڑنا یہ آبشاروں کا
اسی امید پر میں روز و شب صحرا میں آتی ہوں
اسی امید پر میں جان کی بازی لگاتی ہوں
وصالِ بحر کی خاطر ہیں یہ دشواریاں میری
یہ سب مجبوریاں میری یہ سب لاچاریاں میری

اگر میں اس کو مل پاؤں تو مشکل دور ہو جائے
وفورِ طرب سے قلبِ حزیں مسرور ہو جائے

جنوری ۱۹۵۷ء کا سالنامہ

"شوانک" ہوگا۔ لیکھک مہودہ اپنے لیکھ ۱۵ نومبر تک بھیج سکتے ہیں

(مینیجر)

شری امرناتھ یاترا

از قلم حکیم جودھا رام جی

شری امرناتھ ہندو ماتر کا پراچین اور مشہور تیرتھ ہے، یہ جگہ کشمیر راج کی وشال گھاٹی میں سمندر کی سطح سے تقریباً چار ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ . . . . اس جگہ پر ایک گپھا ہے

اسی پوتر آشرم پر برف کے قطروں سے بھگوان شنکر کی مورتی سوئم بنتی ہے۔ اور وہی مورتی امرناتھ مہادیو کہلاتی ہے۔ جیسے جیسے اندھیرے پکش میں چاند پورنما کے راستے پر چلتا ہے، ویسے ہی شو مورتی اپنے آکار میں پورن ہوتی چلی جاتی ہے، اسی طرح سے انوسار گھٹتے گھٹتے تمام کی تمام پگھل کر بہہ جاتی ہے۔ یہ سلسلہ صدیوں سے جاری ہے، شو کی اس اپار مہان اور انوکھی کاریگری کو دیکھ کر اچھی اچھی ویکتیوں کے دماغ چکرا جاتے ہیں اور ناستک سے ناستک منحرف سے منحرف انسان بھی اس سے انکار نہیں کر سکتا۔

گپھا۔ کوئی اسی فٹ اونچی پچاس فٹ چوڑی اور ساٹھ فٹ گہری ہے اتہاس ہے کہ شو شنکر نے یہاں کچھ کال تپ کیا تھا۔ گپھا جب منظر عام ہو گئی لوگ آنے جانے لگ گئے تو بھگوان شو نے اپنا آسن کیلاش پربت پر جمایا اور کیلاش پتی کہلائے۔ نیز کئی صدیوں سے اس گپھا کے اندر ایک جوڑا کبوتر کبوتری کا نواس رکھتا ہے* کہ اتنی سرد جگہ پر ہمیشہ اس گپھا میں یہ کیسے گذر کرتے ہیں۔ بڑی حیرانی کی بات ہے مانو یہ جوڑا امر ہے۔ یہ گپھا پہاڑ کی اونچی چوٹی پر ہونے کے کارن ہمیشہ برف سے ڈھکی رہتی ہے۔

موسم سرما کا انت اور بسنت کا آغاز ہوتا ہے آہستہ آہستہ سردی کا زور کم ہوتا ہے اور برف پگھلنے لگ جاتی ہے راستے صاف ہو جاتے ہیں۔ یہاں کی یاترا ماہ جون سے لے کر ستمبر تک آسانی سے ہو سکتی ہے۔ مہاراجہ صاحب کشمیر کی کرپا سے راستہ بڑا سندر اور کشادہ ہے (پہلے خراب اور تنگ تھا) مہاراج ادھیراج نے سات میل اوپر یاتریوں کے لئے کافی تعداد میں کٹیاں تیار رکھی ہیں تاکہ یاتری لوگ آرام کر کے تھکاوٹ دور کر سکیں، ہر سال ان کٹیوں کی مرمت ہوتی رہتی تھی۔ سادھوؤں کا جلوس جس کو چھڑی کے نام سے پکارا جاتا ہے ماہ اگست میں نکلتا ہے نہایت قابل دید جلوس ہوتا ہے، ان سادھوؤں کو مہاراجہ صاحب کشمیر کی طرف سے بہت ہی سہائتا ملتی تھی۔

ہر سادھو کو سردی سے بچنے کے لئے ایک ایک گلے میں لٹکانے والی انگیٹھی اور برف میں کام آنے والا ایک ایک جوتیوں کا جوڑا ملتا تھا۔ یاترا کے لئے کھانے کی سامگری اور اوڑھنے کو ایک ایک گرم کمبل ملتا تھا۔ امرناتھ کی گپھا کے درشن کے لئے یہاں کاشی جی، ہردوار، گنگوتری، رامیشور آدک بڑی بڑی دور سے آنے والے یاتریوں کا سماگم ہوتا ہے، سنیاسی، ناگے، بیراگی سادھو اپنی اپنی منڈلی کے ساتھ اپنی اپنی دھوجائیں (جھنڈے) لہراتے ہوئے دھوم دھام سے امرناتھ کی یاترا کو جاتے ہیں، راستہ بالکل چڑھائی کا ہے۔ گھنے جنگلوں میں چیل کے برکش بادلوں کی طرح امڈے ہوئے ہر طرف نظر آتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے گویا آسمان سے باتیں کر رہے ہیں

پہلگام۔ پیدل یاترا پہلگام سے شروع ہوتی ہے۔ اس جگہ سے امرناتھ گپھا قریباً تیس میل کے فاصلے پر ہے۔ اس مارگ کو یاتری لوگ تین دن میں طے کرتے ہیں، پہلگام سے لے کر گپھا تک بس

*نوٹ: آج ہر یاتری اس جوڑے کو دیکھتا ہے اور حیرانی محسوس کرتا ہے۔

چڑھائی ہی چڑھائی ہے۔ اس تھوڑے راستے میں لگ بھگ آٹھ ہزار فٹ کی چڑھائی طے کرنی پڑتی ہے۔ اس کٹھنائی کا اندازہ آپ خود لگا سکتے ہیں، مگر شردھالو بھگت سب کچھ گوارہ کرتے ہیں۔ اور بھگتی کا پورا ثبوت دیتے ہیں۔

پہلگام جموں کشمیر ریاست کے راجیہ مارگ میں ایک بڑی سندر و چتر جگہ ہے یہاں کے گھاس والے اونچے اونچے میدانوں میں چیل کے لمبے لمبے برکشوں کے سایہ کے بیچ ہر گرمیوں میں سینکڑوں کی تعداد میں بھارت واسیوں کے ٹینٹ لگ جاتے ہیں۔ ان سندر میدانوں کی دونوں طرف ٹھنڈے اور صاف پانی کے دو نالے چلتے ہیں۔ اور پھلواڑیوں کے اندر کئی رنگ کے پھول اس جگہ کی منوہرتا کو اور بڑھاتے ہیں۔ اور ان پر پنچھیوں کے جھنڈ طرح طرح کی بولیاں بول کر اور بھونرے گنجار کر یاتریوں کے دل کو بہلاتے ہیں گویا تھکاوٹ دور کرتے ہیں۔

موٹریں صرف پہلگام تک ہی جاتی ہیں۔ اب یہاں ایک بھاری بازار بن گیا ہے، کھانے پینے کی اشیا کے علاوہ جگہ اور ٹینٹ، کلی، ٹٹو وغیرہ کرایہ پر آسانی سے مل جاتے ہیں اور صفائی کا بھی خوب انتظام ہے۔ اور تھوڑی تھوڑی دور پر ریاستی جھونپڑیاں آرام کے لئے بنی ہوئی ہیں۔ اس کے آگے چندن واڑی کا پڑاؤ ہے پہلگام سے قریباً چار میل کے فاصلے پر ہے۔ بڑی کڑی چڑھائی ہے راستہ خوب گھنے جنگل کا ہے۔ اور یہ راستہ پہلگام کے سندر نالے کے ساتھ ساتھ جاتا ہے اور جگہ بہ جگہ ٹھنڈے پانی کے چشمے ہیں، اکثر یاتری لوگ ان پر اشنان کرتے ہیں۔ اور بھوجن بناتے ہیں اس سے آگے شیش ناگ پہاڑ ہے۔ اب چیل اور چنار کے برکش نہیں ہیں اجاڑ خوفناک جنگل اور چڑھائی کا راستہ بل کھاتا ہوا سیڑھیوں کی طرح دکھائی دیتے ہیں۔ یہ پہاڑ ایک شیش ناگ نام کی سندر جھیل پر واقع ہے۔ یہ جھیل بھی ایک تیرتھ ہے۔ اس کا جل دودھ کی مانند سفید ہے اور میٹھا ہے۔ امرناتھ کے یاتری یہاں ضرور اشنان کرتے ہیں اور ورن دیوتا کی پوجا کرتے ہیں۔

اس سے آگے پنج ترنی کا پڑاؤ ہے ۔ . . . . اور چڑھائی کی یہاں تک وہی حالت ہے، پنج ترنی کا پڑاؤ کھلے میدان میں ایک نالے کے کنارے پر واقع ہے۔ یہاں آتے جاتے یاتری لوگ آرام کرتے ہیں۔ اس سے آگے امرناتھ گپھا صرف تین چار میل کا فیصلہ ہے راستہ میں رات کاٹنے کے لئے کوئی وشرام گاہ نہیں، کئی یاتری تو امرناتھ جی کا درشن کر کے واپس پنج ترنی پڑاؤ پہنچ جاتے ہیں پنج ترنی سے چل کر ایک پہاڑ کاٹ کر ایک گھاٹی ہے۔ جس میں گپھا ہے اب یہاں سے تین صد فٹ بلندی پر گپھا ہے، گپھا امرناتھ دو گھاٹ سے اونچی بہت ہے۔ اور چوڑی بھی کافی ہے۔ اس کی بناوٹ اور خوبصورتی کو دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ ایک طرف شیو مورتی برف کے قطروں سے بن بن کر پگھلنی شروع ہو جاتی ہے، یاتری شیو مورتی پر پھول چڑھا کر نمسکار کرتے ہیں۔ پوجا کرتے ہیں۔ اور کبوتر، کبوتری کے جوڑے کا بھی درشن کرتے ہیں۔ اور ایک سنت مہاتما اس گپھا میں نواس رکھتے ہیں، ہندوستان کے علاوہ یورپین لوگ بھی اس گپھا میں جاتے ہیں۔ اور قدرت کی کاریگری کو دیکھ دیکھ کر انگلیاں منہ میں ڈالتے ہیں، واپسی پر اترائی کے کارن کٹھنائی کم ہے،

کنیا کیلئے ور کی ضرورت

اگروال بانسل خاندان کی بیس سالہ کنیا کے لئے ور کی ضرورت ہے، تعلیم مڈل تک ہے، سلائی کا کام جانتی ہے، گورنمنٹ انڈسٹریل سکول میں دو سال کشیدہ کا کام سیکھا ہوا ہے۔ لڑکی کا باپ گورنمنٹ سروس میں معقول تنخواہ پر کام کرتا ہے۔ لڑکا سداچاری، ویشنو، برسرروزگار اور باصحت ہو۔ دیگر واقفیت کے لئے مندرجہ ذیل پتہ پر خط و کتابت کریں۔ این ایس معرفت رسالہ شکتی اجمیری گیٹ دہلی

لیکن شیام نہ درس دکھایا

از
آنند بی ٹی
سونی پت

صبح ہوئی اور پنچھی جاگے۔ شام ہوئی وہ گھر کو بھاگے   رات ہوئی اور نکلے تارے۔ آخر ڈوب گئے وہ سارے
لیکن شیام نہ درس دکھایا

موسم بیتا موسم آیا۔ دھوپ کھلی اور بادل چھایا   جگ میں کئی بہاریں آئیں، پھول کھلے کلیاں مسکائیں
لیکن شیام نہ درس دکھایا

آئے ہمیں سب گیت سنانے، اپنا اپنا من بہلانے   پکھشی گن نے گیت سنائے، اپنے اپنے پر سہلائے
لیکن شیام نہ درس دکھایا

پھولوں کے میں ہار بناؤں، ساجن تجھ بن چین نہ پاؤں   سیاں تجھکو ڈھونڈ کے ہارا، تھک کر بیٹھ گیا ہوں بیارا
لیکن شیام نہ درس دکھایا

آؤ موہن درس دکھاؤ۔ آشاؤں کے دیپ جلاؤ   آس میں بیٹھا من بہلانا۔ یاد میں تیری ہوں دکھ پاتا
لیکن شیام نہ درس دکھایا

گھنشیام آجاؤ

از شری بیتاب علی پوری

کروں حمد و ثنا تیری اگر گھنشیام آجاؤ   کبھی چشم کرم کرنے کو سندر شام آجاؤ
نہیں بیتاب میں اے دوست تاب انتظار آجا
لبوں تک سانس باقی ہے سنوارو کام آجاؤ

امرت سرور: مصنفہ مہاتما بھاگ مل جی ساتھی

قیمت ۶/۱۰/۰ روپے ہے۔ لیکن —
دیوالی کے شبھ موقعہ تک رعایتی ۵/۸/۰ " علاوہ ڈاک خرچ

ملنے کا پتہ:- دفتر رسالہ شکتی" بازار اجمیری گیٹ دہلی

امتحانات اور مصیبتیں

از
مہاتما نند و بھائی جی
مہاراج

دُنیا میں جن باتوں کو ہم آزمائشیں اور امتحان سمجھتے ہیں، خواہ جن واقعات کو ہم مصیبت کے معنی میں تاویل کرنے کے عادی ہیں، وہ در اصل ایک قسم کی برکتیں ہیں، جو ہماری آئندہ ترقی کے لئے نئے سامان پیدا کریں گی۔ یہ بالکل ہماری نادانی اور جہالت ہے جو ہم اُن سے مُنہ موڑ کر خوف سے بھاگنے کے فکر میں رہتے ہیں۔ کاش اگر ہماری نگاہ اونچی ہوتی، کاش اگر ہم اس قانون کو جانتے جو زندگی کے مسلسل زنجیروں کو حرکت دیتی رہتی ہے، کاش اگر ہم اپنی حالت اپنی حیثیت اور اپنی قابلیت کی تبدیلی کے راز سے واقف ہوتے تو یہ مصیبتیں مصیبتیں نہ معلوم ہوتیں۔ ہم ان کو برکت سمجھتے اور ان کے وجود ملنے کے لئے خوشی سے تیار ہو جاتے۔ اگیان اور دنیا نے محدود اور تنگ خیالی کے جال ہر چہار طرف تن دئے ہیں، آتما بذات خود آزاد ہے، جہاں کہیں اور جب کبھی تنگ غلافوں کے اُترنے یا آتا رنے کا وقت آتا ہے۔ جد و جہد کا سامان ہو جاتا ہے اور مصیبتوں سے دو چار ہونا پڑتا ہے۔ بندھی ہوئی کلی کو چٹخنا ہے۔ وہ بغیر کھلے ہوئے نہ رہیگی۔ اُس کا چاک گریباں ہی شگفتگی کا پیش خیمہ ہے بیج کی شکل میں بندھے ہوئے درخت کے پردوں کو پھاڑ کر کھلی ہوا کے میدان میں آتا ہے اُس کا پردہ پھاڑنا ہی درخت کے آئندہ شاندار شکل میں کھڑے ہونے کی ابتدائی منزل ہے۔ اسیطرح جتنی مصیبتیں آتی ہیں، جتنی بلائیں نازل ہوتی ہیں۔ وہ قدرت کے قانون میں ترقی اور فراغی کی یقینی صورتیں ہیں۔ جب کسی قوم کی ترقی کے مادہ میں پھیلنے کی طاقت آجاتی ہے، پھر وہ روکنے سے نہیں رُک سکتی۔ نہ تو اُس کو کوئی قید کر سکتا ہے نہ زنجیر و شکنجے میں جکڑ سکتا ہے۔ یہی کیفیت مُفرد آدمیوں کی ترقی کے متعلق سمجھ لینا چاہئے، ترقی کا قانون ایک ہے، دو یا تین نہیں ہے، صرف طبقات کا فرق ہے۔ جمادات، معدنیات، حیوانات، انسان، فوق الانسان اور فرشتوں وغیرہ میں ہر جگہ اُس کی کیفیت ایک طرح کی نظر آئے گی۔ اور یہ ترقی کا مادہ کہیں باہر سے نہیں آتا ہے، بلکہ ہم میں ہمیشہ سے موجود ہے،

بچہ ماں کے پیٹ سے باہر نکلتا ہے، تاریکی قید سے باہر آتا ہے، آتے وقت اُس کو تکلیف کی حالت سے گزرنا پڑتا ہے اس لئے وہ پیدا ہوتے ہی رونے لگتا ہے۔ مگر اُس نے ترقی حاصل کر لی، اسی طرح جب بچے کے دانت نکلنے لگتے ہیں۔ ترقی کی دوسری حالت آتی ہے، اس میں بھی اُس کو تکلیف ہوتی ہے مگر اس درجے سے گزرتے ہوئے اس میں بھی خاص قسم کی توانائی و قابلیت کا ظہور ہوتا ہے۔ بچہ جب باڑھ چھوڑتا ہے۔ جب یہ بڑھنے لگتا ہے تب وہ دُبلا پتلا ہو جاتا ہے۔ مگر وہ نشو و نما کے راہ میں ہے۔ یہاں تک انسان کی فطرت اس طرح کام کرتی ہے کہ زیادہ تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ کیونکہ اوائل عمر میں تنگ خیالی نہیں رہتی۔ اس سے آگے انسان کو نئی نئی حجاب دیہیوں سے کام پڑتا ہے۔ فطرت تو اپنا کام کرنا ہی چاہیگی، مگر یہ محدود اور تنگ خیال بن کر گھبراتا ہے اور ناحق کی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے۔ کاش اگر اس کی روش ویسے ہی ہوتی۔ جیسی بچپن میں شروع ہوئی تھی، تو کبھی گھبرانے کی ضرورت لاحق نہ ہوتی۔ وہ موت کی گود میں جاتے وقت بھی خوش رہتا۔ کیونکہ موت فنا نہیں ہے بلکہ دائمی زندگی کے دروازہ کی کنجی ہے،

تتلی کی زندگی کے واقعات جس کو آپ اس قدر خوش رنگ اور درختوں کے پھول پتوں سے کھیلتے ہوئے دیکھتے ہو۔ نہایت دلچسپ

دوارینج ہے۔ پہلے انڈا پیدا ہوتا ہے، انڈے سے بدصورت کیڑا نکلتا ہے، جو انڈا توڑنے کی کشمکش کی وجہ سے کانپ رہا ہے، یہ کیڑا کچھ دنوں یوں ہی رینگتا رہتا ہے۔ مگر چند ہی دنوں کے بعد اس میں خاص قسم کی طاقت آجاتی ہے اور دیکھو جب محنت کرکے وہ اس مکروہ غلاف کو پھاڑ دیتا ہے۔ ننھی سی خوشرنگ تتلی کانپتی ہوئی باہر آجاتی ہے۔ اور پھر ناز و ادا کے ساتھ اڑتی ہوئی گلاب کی پنکھڑیوں سے جا کر ملتی ہے۔ آپ دیکھ کر محظوظ و متحیر ہوتے ہیں، تتلی کی یہ خوشگوار تبدیلی محض غلافوں کے اترنے سے ہوئی ہے۔ اور اس کو ایسی حالت سے گزرنا پڑا ہے جن کو ہم اور آپ غلطی سے امتحان، آزمائش، مصیبت اور تکلیف کہتے ہیں۔

کون شخص ہے جو غلافوں کے دور کرنے کا شائق نہ ہوگا۔ مگر یہ غلاف اس وقت تک کیسے اتر سکتے ہیں۔ جب تک مخلوق ہاتھ پاؤں نہ مارے، غلاف بغیر اترے ہوئے رہ نہیں سکتے۔ "آتما فطرتاً" آزاد ہے۔ کون ہے جو اس کو قید میں رکھ سکے۔ مگر ہم جو اگیان کے مختلف خولوں سے ڈھکے ہوتے ہیں، ناحق اور بلاضرورت گھبراتے ہیں، خیالی مصیبتوں کی فکر گلے کا ہار بن جاتی ہے۔ اور ہم ناخوشگوار آزادی کے وسیع و فراخ آب و ہوا میں سیر کرنے سے جھجکتے ہیں، کاش! ہم ذرا بھی اپنی ذات کا علم رکھتے، تو یہ حالت کبھی نہ ہوتی، قدرت کو اپنا موافق بنا کر پچے یا تتلی کی طرح ایک زینہ سے دوسرے زینہ پر اچھلتے اور کودتے ہوئے چڑھ جاتے۔ اور شانتی کے ساتھ اپنے مقصد کو حاصل کر لیتے، ہم اگیان کے بس میں ہیں۔ اندریوں کے غلام ہیں۔ وہ جدھر چاہتے ہیں ناچ نچاتے ہیں۔ کرشن بھگوان فرماتے ہیں۔ انسان اندریوں کے وشیوں کا دھیان کرتا ہوا ان سے تعلق پیدا کر لیتا ہے۔ اس تعلق سے خواہش پیدا ہوتی ہے، خواہش سے غصہ پیدا ہوتا ہے۔ غصہ سے بھرم ہوتا ہے۔ بھرم سے قوت یادداشت زائل ہو جاتی ہے۔ . . . .

قوت یادداشت کے زائل ہونے سے بدھی جاتی رہتی ہے۔

بدھی کے چلے جانے سے وہ برباد ہو جاتا ہے مگر جس نے اپنے آپ کو ضبط میں رکھا ہے۔ وہ اندریوں کے بھوگ بلاس کے درمیان رہتا ہوا بھی اس کے راگ و دویش کے جال میں نہیں آتا۔ اور آتما اپنے کی حالت میں آکر شانتی کو پراپت کر لیتا ہے۔ شانتی میں اس کے تمام دکھوں کا ناش ہو جاتا ہے اور بدھی درڑھ رہتی ہے۔

یہ حقیقت ہے جس کا ذہن نشین کر لینا ہمارے لئے نہایت ضروری ہے۔ انسان کی ساری مصیبتیں صرف اگیان کے سبب سے ہیں۔ اس کو اگر یہ معلوم ہو جائے کہ وہ آتما ہے، وہ سرشٹی کا مالک ہے، وہ قانون پر اپنا سکہ "بیٹھا سکتا ہے۔ تو پھر اس کے لئے ہمیشہ کے واسطے دکھ اور مصیبت کا خاتمہ ہو جاتا ہے،

سرشٹی کا مقصد ترقی ہے۔ جو شخص جس قسم کی ترقی کے خیال کو اپنے دل میں قائم کر لیتا ہے۔ اس کو اسی درجہ کی آزادی حاصل ہو جاتی ہے، جس کو جتنا گیان ہوگا۔ اس کے بندھن میں اتنی ہی کمی آجائیگی، جو اپنے اندر کے علم و عقل کے سامان سے کام لے گا۔ اتنی ہی قدرت اس کی بندگی اور عبودیت کا دم بھرے گی۔

لڑکے مدرسہ میں پڑھ رہے ہیں۔ ان کی ترقی ہو رہی ہے۔ سائنسدان ایجادات و اختراعات کی دھن میں ہے، وہ قدرت کے اسرار نہفتہ کو جان کر اس پر قابو پانے کا اہتمام کر رہا ہے، کاریگر، معمار، ڈاکٹر، حکیم سب کا قدم آگے کی طرف بڑھ رہا ہے، مگر ان کی ترقی کا کہیں بھی حد و حساب نہیں، جو آتما کی حقیقت جاننے کے خواہشمند ہیں۔

پیارے پڑھنے والو! اس بات کو یاد رکھو۔ جب کبھی تم تنگ خیال بن کر غلطی سے اپنی ترقی کو روکو گے، وہاں ہی دکھ و مصیبت پیدا ہوگی۔ بڑھے چلے چلو، جو قدم آگے بڑھے تم کو بہتر موقعوں اور بہتر جگہوں میں پہنچائے، اگر کوئی مصیبت سدراہ ہوتی ہے اس کی پرواہ نہ کرو، یہ مصیبتیں دراصل ہمارے عقلی قوائے کی مشاقی کے لئے بہت کار آمد ہیں، جہاں کہیں ہرج واقع ہوا اس کے سبب کی تحقیقات کرو، یہ محض تحقیقات اور تصحیح کے لئے قدرت کی طرف سے تمہاری راہ

ہیں قائم کی جاتی ہیں۔ سوچنے اور وچارنے سے تم ان پر قابو پا جاؤ گے قدرت میں ہر جگہ اندمال کا قانون ساتھ ساتھ کام کرتا ہے، کیا تم نہیں دیکھتے جب کسی کو زخم لگتا ہے۔ اس زخم کے اندر ہی سے صحت دینے والی طاقت اُبھر آتی ہے۔ اور اس کو آرام اور شفا بخشتی ہے کیا تم نہیں دیکھتے آنکھ میں جب کبھی تنکا پڑ جاتا ہے، کوئی اندرونی طاقت یا اُس کو اپنے میں جذب کرنے کی کوشش کرتی یا باہر نکال دیتی ہے، زخم کے ساتھ مرہم، دُکھ کے ساتھ سُکھ، تکلیف کے ساتھ راحت، قید کے ساتھ آزادی، یہ تم کو قدم قدم پر ملیں گے۔ یہ کبھی نہ سوچو کہ ہم دوا کے محتاج ہیں، دوا صرف ہماری صحت کے لئے مددگار کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ کبھی نہ کہو، ہم کو کوئی شخص یا حکومت آرام دے سکتی ہے یہ سب کچھ ہمارے اندر ہے اور ہمارا اپنا ہے۔ پرماتما کے بچّو! اپنے آتم ستّا کا خیال کرو، تم جرأت ہو، شانتی ہو، شکتی ہو، شک اور شبکی دیوار کو پاش پاش کر دو، جہاں یہ منہدم ہوئی، تم اپنے اصلی جلال کے ساتھ نمایاں ہو جاؤ گے۔ اور تم جس طاقت جس عظمت اور جس تقدیس کی بندگی کا دم بھرتے ہو، وہ خود تم میں نمایاں ہو جائے گی،

نہ دیکھا وہ کہیں جلوہ، جو دیکھا خانۂ دل میں
بہت مسجد میں سر مارا۔ بہت سا ڈھونڈھا بتخانہ

آؤ! صبر کے ساتھ اس ضروری مسئلہ کی گرہ کشائی کی طرف لگ جاؤ، آتما پر خول چڑھے ہوئے ہیں۔ اُن کا اُتارنا ضروری ہے جب ایک خول اُتارنے کا وقت آئے گا۔ اضطراب اور انتشار لازمی ہے بغیر اس کے کچھ نہیں ہوگا۔ اگر یہ نہ ہوں، پھر جد و جہد کوئی کیوں کرے بغیر جد و جہد کے کبھی کسی کو کچھ ہاتھ نہیں آتا، کاہلی کو چھوڑ دو، جس کی دُھن لگی ہو۔ اُسی طرف ہو جاؤ۔ دائیں بائیں مڑ کر نہ دیکھو اور کامیابی و فتح یابی تمہارا قدم چومے گی۔

تواریخ کیا کہتی ہے۔ جن قوموں نے جد و جہد اور کشمکش کے اصول پر عمل درآمد کیا۔ وہ ترقی کے آسمان پر چڑھ کر سورج کی طرح چمک اُٹھیں گے، جو قومیں آسائش اور آرام طلبی کو اپنا مقصد بنا کر

دُکھ اور مصیبت کے نام سے پناہ مانگتی رہیں، پرکرتی کے گردش کرنے والے پہیوں نے اُن کو بے رحمی کے ساتھ پیس ڈالا ہے، تم اب تک زندہ ہو۔ اس کا سبب صرف یہ ہے تم دُکھوں اور مصیبتوں کی حقارت کرتے رہے ہو۔ اور زندگی کے ہر ڈیپارٹمنٹ میں جدھر تم نے رُخ کیا اُسی طرف حیرت انگیز تماشہ دکھا دیا۔

آتما میں نا اُمیدی نہیں ہے، آتما اُمید ہے۔ اس کا خیال تاریکی کی راہ میں مشعل کا کام دیتا ہے۔ اُمید کو اپنا پیشوا بنا کر بدی کے ساتھ مقابلہ کرو، اور اُس کو نیکی کی شکل میں تبدیل کر دو، نیکی اور بدی صرف نسبتی الفاظ ہیں اُن کو اپنا مطیع بنا لینا صرف تمہارے پُرشارتھ پر منحصر ہے۔ ڈرو نہیں آتما کے لئے کہیں بھی ڈر نہیں ہے ہتھیار اُس کو پھاڑ نہیں سکتے۔ آگ اُس کو جلا نہیں سکتی۔ پانی اُس کو ڈبا نہیں سکتا۔ ہوا اُس کو سُکھا نہیں سکتی۔ پھر کس کا خوف ہے،

دُنیا کی اور قومیں اگر مصیبت سے گھبراتی ہوں تو اُن کو گھبرانے دو، تم نہ گھبراؤ، شری رام چندر جی نے محض اپنے اکیلے قوت بازو سے راون جیسی مہان طاقت کا مقابلہ کیا۔ قدرت نے خود بخود ان کا ساتھ دیا اور وہ کامیاب ہوئے اور اگر تم آنکھ رکھتے ہو تو ہر در و دیوار سے تم کو شری رام چندر جی کی سچی فتح یابی کی صورتیں نمایاں طرز میں دکھائی دیں گی، بدھ بھگوان نے تن تنہا بدی کو نیکی سے مغلوب کرنے چلے۔ دُنیا نے ان کا لوہا مان لیا۔ اور اگر تم کان رکھتے ہو تو اب تک بھی دُنیا میں تم کو اُن کی فتح یابی کا ڈنکا بجتا ہوا سنائی دے گا۔ کیا ان پر مصیبتیں نہیں آئیں۔ مگر ہمارے مقدس آباء بزرگوں نے کس بے پرواہی سے ان کا خیر مقدم کیا۔ دُنیا جانتی ہے۔ دُنیا میں ہماری قوم کا بھی کچھ مشن ہے، ہم کو دُنیا کا آرام ورثہ میں نہیں ملا ہے ہم مصیبت کے ساتھ مقابلہ کرنے کو آئے ہیں، تاکہ اُس کی چھاتی پر پاؤں دھر کر دُنیا کو دکھا دیں کہ ہم اس طرح فتح پاتے ہیں، تم کبھی راجہ مہاراجہ، رئیس، امیر کی نسل سے ہونے کا فخر نہ کرو۔ کیونکہ ہم میں سے ہر ایک رشی زادہ ہے۔ ہمارا گوتر رشیوں سے چلتا ہے ہم ان بزرگ رشیوں منیوں کی

جو تن آسانی اور عیش پسندی سے ہمیشہ انکار کرتے رہے، ہم کو بھی اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنا ہے۔ دُنیوی زندگی ہماری معراج نہیں ہے، رُومی اور یونانیوں نے دُنیوی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھا۔ مٹے۔ اِن کا نام نشان باقی نہ رہا، جو دُنیوی زندگی کو سب کچھ سمجھتے ہیں وہ ضرور مٹیں گے۔ اگر تم بھی رشیوں کی وراثت کا خیال چھوڑ کر دُنیوی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھو گے تو مٹو گے،

ہم اب تک اس وجہ سے زندہ ہیں۔ کہ ہماری قوم کا دُنیا میں کچھ خاص مشن ہے اور وہ مشن یہ ہے کہ ہم اپنی رفتار اور گفتار سے اپنے قول و فعل سے، اپنے طور اور اطوار سے ثابت کر دکھائیں کہ ہم آتما ہیں جو دائمی، لازوال اور امر ہے اور جس کو دُکھ اور مصیبت ذرّہ برابر بھی تکلیف نہیں دے سکتے۔

آؤ! جو کچھ تکالیف سر پر آ رہی اُن کا مستعدی اور استقلال سے مقابلہ کریں۔ اور اُن کو اپنے پاؤں کے تلے زینہ بنا کر عروج اور ترقی کے بام پر آسانی سے چڑھ جائیں اور اپنے بزرگوں کی طرح دُنیا کے اصلی معلّم بن کر روحانیت، شانتی، سکون اور قرار کی دولت برسا دیں۔ یہ تمہاری وراثت ہے، جس کو کوئی بھی تم سے چھین نہیں سکتا، سو جو وقت ملا ہے اُس کو ضائع نہ کرو۔ اپنی ہمت اور بلند حوصلگی سے کر تب دُنیا کو دکھا دو۔ کہ ہندو ایک زندہ قوم ہے،

آمین

جزو کُل

از شری پُورن سنگھ جی ہنرؔ

نہ چھوڑی اِنتہائے رنج و غم میں بھی خوشی ہم نے
نہیں کچھ مشربِ رندی میں فرق اپنے پرائے کا
فلک پر جس سے خورشید و مہ و انجم درخشاں ہیں
رہا احباب سے گو ہم کو شکوہ بے وفائی کا
جھکے ہم پائے ساقی پر تو اُس کو مہرباں پایا
نکل کر دیکھ سرحدِ یقین سے ذرا زاہد
ہمارے چارہ گر نے حال جب تفصیل سے پوچھا
حقیقت جزو و کُل کی آشکارا ہو گئی ہم پر تو
شکایت کا محل کیا اِس میں ہم تو یہ سمجھتے ہیں
محبّت اِک مصیبت بن گئی ہے، کاش اے ہمدم

وفائے عشق سے سیکھا یہ رازِ زندگی ہم نے،
نباہی دشمنوں سے بھی ہمیشہ دوستی ہم نے
وہی دیکھی ہے خلوت گاہِ دل میں روشنی ہم نے
مگر اپنی وفاؤں میں نہ کی ہرگز کمی ہم نے
سکھایا شیشۂ مئے کو نیازِ مئے کشی ہم نے
کہ ہم سنگِ خداوندی بنا دی بندگی ہم نے
کسی کا نام لے کر زیرِ لب اِک آہ کی ہم نے
مئے توحید پی کر جب کیا ترکِ خودی ہم نے
جو کہنی تھی کہی اُس نے جو سننی تھی سنی ہم نے
نہ کی ہوتی کسی بے داد گر سے دوستی ہم نے

ہنرؔ جس عیب کی پڑ جائے عادت چھوٹ نہیں سکتی
نہ چھوڑا قصد کرنے پر بھی شغلِ شاعری ہم نے

٭

کرشن کے زمانے کا ہندوستان

از
پروفیسر
شریف حسین
بی اے

تاریخ کے ایک طالب علم کی حیثیت سے مجھے تاریخی مقامات کی کھوج کرنے سے ہمیشہ دلچسپی رہی ہے کرشن جنم اشٹمی کا موقعہ آیا تو مجھے خواہش پیدا ہوئی کہ کرشن کے زمانے کے ہندوستان کا ایک نقشہ کھینچوں اور ان مقامات کے متعلق روشنی ڈالوں جن کا مہابھارت میں جگہ جگہ ذکر آتا ہے،

کرشن کے زمانے میں ہندوستان کو آریہ ورت بھی کہا جاتا تھا۔ اور بھارت ورش بھی تاہم جہاں تک مجھے معلوم ہوتا ہے آریہ ورت درحقیقت ہندوستان کے ایک حصہ کا نام تھا جس میں سرحد پنجاب، دہلی، یوپی، راجستھان اور مدھیہ پردیش کا کچھ علاقہ شامل تھا، غالباً بہار جسے سنسکرت میں مگدھ لکھا ہے اسی علاقہ کا ایک حصہ تھا دکھنی ہند ایک الگ علاقہ تھا۔ اسے آریہ ورت نہیں کہتے تھے۔

ہندوستان کی مرکزی حکومت:۔ اس وقت ہندوستان کی ایک مضبوط مرکزی حکومت نہیں تھی البتہ کورؤں کی سلطنت جس کا صدر مقام ہستنا پور تھا ایک مضبوط اور وسیع سلطنت تھی، ہستنا پور کا دائرہ اقتدار دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ غالباً دکھن کا کافی علاقہ اس کے ساتھ کسی نہ کسی شکل میں ملحق تھا۔ مغرب میں اس کا اثر و رسوخ افغانستان اور ایران سے آگے تھا۔ مہابھارت کی لڑائی میں وسط ایشیا اور چین کے حکمرانوں کا دریودھن کی طرف سے شامل ہونا ظاہر کرتا ہے کہ اگر یہ ریاستیں ہستنا پور کی ایمپائر کے ماتحت نہیں تھیں تو اس کی دوست اور اتحادی ضرور تھیں اس طرح عملی طور پر اگر کوئی مرکزی حکومت قائم تھی تو وہ کورؤں کی حکومت تھی، جیسے اس کی اس وقت کی پوزیشن بھیشم نے دلائی تھی۔

مہاراجہ دروپد کی حکومت موجودہ پنجاب کے تھوڑے سے علاقہ میں تھی یہ معلوم نہیں ہوا کہ چندیری کے راجہ ششوپال کی حکومت کس جگہ تھی البتہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوروکشیتر اور تھانیسر کا علاقہ کورؤں کی سلطنت کا ایک حصہ تھا۔

ویراٹ کی نگری اور گندھرو دیش۔ پانڈوؤں نے جلاوطنی کے ایام میں ویراٹ نگری میں پناہ لی تھی یہ جگہ کہاں تھی، کچھ لوگوں کے خیال میں یہ جگہ نیپال یا گڑھوال کے علاقہ صوبہ سرحد کی موجودہ ریاست سوات میں تھی، سوات میں پانڈوں کے وقت کی کچھ عمارتیں موجود ہیں ان عمارتوں کے متعلق طرح طرح کی روایتیں بیان کی جاتی ہیں، دوسری طرف نیپال میں آج بھی ایک شہر کا نام ویراٹ نگر ہے اس لئے عین ممکن ہے یہی کرشن کے زمانہ کی ویراٹ نگری ہو، انہوں نے راجا دریودھن کو شکست دے کر قیدی بنا لیا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ویراٹ نگر کے لوگ اس زمانے میں بھی بڑے بہادر تھے جو ہندوستان کی سب سے بڑی سلطنت کے حکمران سے ٹکر لے سکتے تھے، مہابھارت میں ایک جگہ ذکر آتا ہے کہ دریودھن کو گندھروں کے راجا چترسین نے گرفتار کر کے قیدی بنا لیا تھا مگر ارجن اور یدھشٹر نے اسے آزاد کرایا یہ واقعہ پانڈوں کی جلاوطنی کے ایام میں پیش آیا تھا اگر ویراٹ نگر نیپال ہی ہے اور یہ پانڈوؤں کی صحرا نوردی کی آخری منزل تھی تو صاف ظاہر ہے کہ گندھرو دیش نیپال اور

ہستناپور کے درمیان ہوگا۔ عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ گندھرو دیش اس جگہ کا نام ہے جہاں اس وقت سندھ کا صوبہ آباد ہے۔ گندھرو دیش کے لوگ خوبصورت اور ناچ و موسیقی میں ماہر ہوتے تھے تاہم عین ممکن ہے سندھ کے گندھرو دیش کے علاوہ گڑھوال کا علاقہ بھی گندھرو دیش کہلاتا ہو اس علاقہ کے لوگ خوبصورت ہیں اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا،

گاندھار ایمپائر۔ دریودھن کی طاقت کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ اس کی ماں مہارانی گاندھاری، گاندھار دیش کے حکمران کی بیٹی تھی گاندھار دیش ایک کافی بڑا ملک تھا۔ غالباً افغانستان کا شہر قندھار اسی کا ایک بگڑا ہوا نام ہے، تاریخ دان اس بات پر متفق ہیں کہ گاندھار ایمپائر اپنے وقت کی ایک بڑی سلطنت تھی اس کا اقتدار ہندوستان میں راولپنڈی تک پھیلا ہوا تھا۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ مغرب میں یہ سلطنت کہاں تک پھیلی ہوئی تھی۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو سلطنت کرشن کے زمانے میں ہی مہاراجہ گاندھار نے قائم کی تھی۔ اس کی لڑکی گاندھاری کا اصلی نام کچھ اور تھا مگر گاندھار کی نسبت سے عام لوگ اُسے مہارانی گاندھاری ہی کہتے تھے۔ میں نے لاہور کے عجائب گھر میں گاندھار ایمپائر کے زمانہ کے آرٹ اور بت تراشی کے کئی نمونے دیکھے ہیں انہیں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں آرٹ اور بت تراشی کا فن کس قدر ترقی کر چکا تھا۔ اسی زمانے کے کچھ کھنڈرات مردان کے علاقہ میں ملے ہیں۔

ناگ دیش اور پانچال دیش۔ کرشن کے زمانے میں ناگ دیش کا ذکر آتا ہے۔ ارجن نے ایک ناگ کنیا سے شادی کی تھی۔ ناگ کو بعض کتب میں سانپ لکھا گیا ہے مگر درحقیقت یہ ایک قبیلے کا نام تھا۔ اس قبیلے نے کشمیر میں ویری ناگ اور انت ناگ وغیرہ مقامات کو اپنا نام دیا۔ آسام میں بسی قبیلے کے لوگ آج بھی بڑے جنگجو سمجھے جاتے ہیں، اور اس وقت ان کا راج راولپنڈی کے نزدیک ایک پہاڑی علاقہ میں تھا۔ اس زمانے میں ان کا حکمران راجہ تکشک تھا جس نے راجہ پریکشت کو لڑائی میں اس قدر زخمی کیا تھا کہ سات دن بعد اس کی موت ہو گئی تھی بعد راجہ جنمیجے نے جو راجہ پریکشت کا لڑکا تھا اُسے شکست دے کر ہتھیار ڈالنے کے لئے مجبور کیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں ناگ قبیلے کے لوگ مرکزی حکومت کے خلاف بغاوت کرتے تھے شاید ان کا نام ناگ اس لئے ہوا کہ وہ سانپ کی پوجا کرتے تھے یا اپنے جھنڈے پر سانپ کا نشان لگاتے تھے، ممکن ہے یہ لوگ چھپ کر حملے کرتے ہوں اس لئے عام لوگ انہیں خطرناک سمجھ کر سانپ کہنے لگ گئے ہوں۔

پانچال دیش کا راجہ درو پد تھا۔ یہ راج کہاں تھا؟ بعض لوگوں کے خیال میں یہ جگہ یوپی میں تھی دوسرے لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ علاقہ موجودہ پنجاب میں کسی جگہ تھا بہر حال یہ جگہ دہلی سے زیادہ دور نہیں تھی اور کورو ایمپائر کے ماتحت نہیں تھی بلکہ ایک چھوٹی سی ریاست یا جاگیر تھی۔

ہستناپور۔ ہستناپور یقیناً دہلی کا علاقہ ہے جسے آج بھی ہستناپور کہتے ہیں یہ جگہ گڑھ مکتیشور سے آٹھ نو میل کے فاصلے پر واقع ہے یہاں آج بھی ایک پرانے قلعے کے کھنڈرات موجود ہیں ایک مندر ہے اور ایک تالاب۔ یہ قلعہ کسی زمانے میں ایک مضبوط قلعہ ہوگا کہا جاتا ہے کہ ہستناپور کا محل تھا اگرچہ اب وہ ویران ہے مگر اس کی دیواروں میں لگی ہوئی چھوٹی چھوٹی اینٹیں آج بھی نہایت مضبوط نظر آتی ہیں اس کے نزدیک جنگل میں ایک تالاب ہے کہا جاتا ہے کہ یہاں دروپدی نے اشنان کیا تھا آج بھی کئی لوگ وہاں جا کر نہاتے ہیں گرچہ اس کا پانی نہایت گندہ ہے مگر یاترا کرنے والے بطور متبرک اسے برتنوں میں بند کر کے لے جاتے ہیں۔ جینی بھی اس مقام کو مقدس جانتے ہیں، چنانچہ انہوں نے یہاں ایک دھرم شالہ بنوائی ہے، یہاں ہر سال بڑے بڑے سیٹھ آتے ہیں اور رتھ کو کھینچتے ہیں اس رتھ پر سونے کے پترے چڑھے ہوئے ہیں اور اس کی مالیت ۱۵ لاکھ کے لگ بھگ ہے۔

کال یون۔ مہابھارت میں کال یون نام کے ایک حکمران کا ذکر آتا ہے جس نے کرشن کے مقابلہ میں راجہ جراسندھ کو امداد دی تھی یہ نام اصلی نہیں۔ کال کا مطلب ہے موت اور یون سنسکرت میں

تمام غیر ملکیوں کو کہتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مہابھارت کے مصنف کو اس کا اصلی نام معلوم نہیں تھا یہ غالباً کوئی غیر ملکی حکمران تھا جسے جراسندھ نے اپنی امداد کے لئے بلایا تھا،

اندر پرست اور کوروکشیتر ۔ موجودہ دہلی کو سب سے پہلے ہندوستان کا صدر مقام پانڈوؤں نے بنایا اور جس جگہ آج پانڈوں کا قلعہ آباد ہے یہاں اندر پرست کے نام سے ایک شہر آباد کیا، دریودھن نے اسے ویران سمجھ کر پانڈوں کے حوالے کر دیا تھا مگر پانڈوں نے اپنی محنت سے اسے ایک خوبصورت قصبے یا شہر میں بدل دیا اُنہوں نے یہاں ایک مضبوط محل بھی تعمیر کرایا کئی لوگوں کا کہنا ہے کہ آج کھنڈر کی شکل میں جو عمارت موجود ہے اور جسے لوگ پانڈوؤں کا محل کہتے ہیں وہ پانڈوؤں نے ہی تعمیر کرایا تھا دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ یہ محل سلطان علاؤالدین خلجی نے تعمیر کرایا تھا۔ معلوم نہیں اس میں سے کون سی بات دُرست ہے بہر حال یہ واقعہ ہے کہ اندر پرست اسی جگہ آباد تھا۔

کوروکشیتر اسی جگہ تھا جہاں آج ہے اس کے میدان پر اٹھارہ دن تک خوفناک لڑائی ہوئی۔ ایک لحاظ سے یہ پہلی عالمگیر جنگ تھی۔ کیونکہ اس لڑائی میں اتنی فوجیں اور حکومتیں شامل ہوئی تھیں جو اس سے پہلے کسی لڑائی میں شامل نہیں ہوئی تھیں۔

کوروکشیتر میں تین تالاب ہیں ایک بڑا تالاب جو کئی میل کے رقبہ میں ہے دُوسرا سورج کنڈ، ایک تیسرا تالاب ہے جہاں لوگ پنڈ دان کراتے ہیں۔

کوروکشیتر سے ہستناپور تک کے علاقہ کی زمین سُرخ ہے عام لوگوں میں یہ روایت ہے کہ یہ سرخی مہابھارت کی خونریزی کا نتیجہ ہے ہستناپور میں مَیں نے کئی لوگوں سے سنا ہے کہ کسی بزرگ نے یہ بددُعا دی تھی کہ ہستناپور سے کوروکشیتر کا علاقہ کبھی آباد نہیں ہوگا۔

گڑھ مکتیشور سے کوئی آٹھ میل پر بھیشم کنڈ ہے روایت یہ ہے کہ یہاں ارجن نے تیر چلا کر زمین سے پانی نکالا تھا، اور یہاں ہی بھیشم نے زندگی کے آخری سانس لئے تھے،

کوروکشیتر جاتے ہوئے آپ کو پانی کے چھوٹے چھوٹے گڑھے نظر آئیں گے۔ اِن گڑھوں کا پانی ایک دوسرے میں منتقل ہوتا رہتا ہے کہا جاتا ہے کہ مہابھارت اور رگ وید کے زمانہ کی سرسوتی ندی کے کچھ حصے ہیں یہ روایت ہے کہ اسے کسی رشی نے بددعا دی کہ وہ زمین میں گپت ہو جائے چنانچہ یہ ندی اب کھلے بندوں دوسری ندیوں کی طرح نہیں بہتی اور مزے کی بات یہ ہے کہ اس کا پانی آخر کار اسی علاقہ میں جذب ہو جاتا ہے مگر یورپین محققوں کا کہنا ہے کہ اس کا پانی زمین کے نیچے نیچے بہتا ہوا الہ آباد میں گنگا اور جمنا کے سنگم میں مل جاتا ہے اس لئے اس جگہ کو تربینی کہتے ہیں۔

مہابلی پورم ۔ یہ مضمون لکھ رہا تھا کہ مہابلی پورم کی یاد آگئی یہ جگہ مدراس سے ۔۔ میل کے فاصلہ پر سمندر کے کنارے واقع ہے چالوکیہ خاندان کے زمانہ میں یہ ایک مشہور بندرگاہ تھی، آج بھی اس کے کھنڈرات موجود ہیں مگر مجھے جس چیز نے متاثر کیا وہ یہ تھی کہ مہابلی پورم میں جسے مہابلیشورم بھی کہا جاتا ہے مہابھارت کے تمام واقعات کو مندروں اور مورتیوں کی شکل میں پیش کیا گیا ہے یہ مندر ہندوستان کی سنگ تراشی اور انجنیئرنگ کے شاندار نمونے ہیں۔ یہاں پہاڑی کو کاٹ کر اسے مندروں اور مورتیوں میں بدل دیا گیا ہے، آج کے زمانہ میں جب انجنیئرنگ نے بے حد ترقی کی ہے پہاڑوں کو تراش کر اس طرح کے مندر تعمیر کرنا ناممکن ہے،

"پرتیج دہلی"

نادر موقعہ:۔ یہ رعایت صرف یکم دسمبر ۱۹۵۶ء تک رہے گی۔

رسالہ شکتی کا سالانہ چندہ -/۶ روپیہ مقرر ہے لیکن دیوالی کے تہوار کی خوشی میں ہم نے ایک روپیہ کی خاص رعایت کر دی ہے،

شکتی کے پریمی رعایتی چندہ مبلغ -/۵ روپے بذریعہ منی آرڈر بھیج کر اس نادر موقعہ سے لابھ اٹھاویں۔ یکم دسمبر ۵۶ء کے بعد یہ رعایت ناممکن ہو گی۔ (منیجر)

اہراون ودھ

از قلم ماسٹر غالی صاحب

دُو جا بھائی سی راون دا اہراون۔ راجہ اوس ویلے جو پتال دا سی · جنگ رام دی راون دیناں ہیگی اوبھی آپنی کھچڑی اُبال دا سی
دُوجے آدمی دی شکل بدل لیندا، جادوگری دی بڑے کمال دا سی · بڑا بلی دلاور تے جنگجو سی، چالباز سدھی پُٹھی چال دا سی

رُوپ بھگت بھبھیشن دا دھار کے تے، چھپیا رام دی تمبیا دے کول جاکے
ساری سینا سُلا کے نال جادُو، رام لکھن چُک آندے اڈول جا کے

چڑھیا دن جدوں طلسمات دی گل، ہر اک سندیاں سارا حیران ہویا · ہاہاکار پکار پکار پے گئی، جاری زاریاں نال طوفان ہویا
چار کوٹ وچ کھوج تلاش کیتی، ظاہر کتھوں نہ پتہ نشان ہویا · فوجداری دا کیس چلان دے لئی پہرے داراں دا نال بیان ہویا

پہرے داراں نے جھجک کے عرض کیتی، راتیں صرف بھبھیشن ہی لنگھیا سی
گل بات وی کیتی سی نال ساڈے۔ اوسے طرح ہی بولیا کھنگیا سی

سنی گل بھبھیشن نے کہن لگا۔ راتیں میں بالکل پھیرا نہیں پایا · میرا بھیس وٹا کے اہراون چھلیا چھل گیا ہووسی نال مایا
شکل بدلن دی شکتی اوہ جاندا اے ہووے بھیس بدل کے کر چھایا · اوہ ضرور اُٹھا لے گیا ہوسی، ڈیرا اوس پتال وچ ہے لایا

ہنومان پنچھی بھیس تیار ہو کے۔ ماری چھال تے پُجا پتال دے وچ
اہراون دا انبھا محل نہیں سی۔ گیا بیت ویلا دیکھ بھال دے وچ

ہنومان کر دا رام رام فوراً، سیدھا اوں محل دے جاوندا اے · پہرے دار اک بڑا مضبوط تکڑا۔ پیا ٹہلدا تے مسکراوندا اے
اوس روکیا تے ہنومان اُسنوں دونہہ دگاں دے وچ تے لکاوندا اے · پہرے دار نوں پچھیا کون ہیں توں، اگوں اوہ جواب سناوندا اے

مکر دھج ہے دستا نام میرا اتے ہاں پتر ہنومان دا ہیں
لکھن کیسے توں دیاں گاہیں اندر، رعب کیسے دا وی نہیں جان دا ہیں

ہنومان نے اوہدیاں کس مشکاں اک رکھ دے نال لٹکا دتا · آپ دیوی دے مندر دے وچ جا کے ڈیرا مورتی دے پیچھے لا دتا
لڈو پیڑے جو دیوی نوں بھینٹ چڑھدی کھا کے منہاں دا اندر مُکا دتا · ہنیھاں نال سوادی رہیا کھاندا اہراون نے جو جو چڑھا دتا

ول وچ کھیلا ہے بڑی پرسن دیوی، آدم مانس دی بلی چڑھاں گا اج
رام لکھن نے دشرتھ دے دوہ بالک مانا اوہناں دے سیس اڈاں گا اج

اہراون نے جدوں تلوار کڈھی ہنومان دی نکلیا گج کے تے · گرز کس کے جوش دے نال اپنا اہراون نوں ماریا بھج کے تے
آخر اہراون جادوگر دا سر ہویا پہاڑی پہاڑی ٹٹاں وچ تے · ہنومان نے لا دتی اک گھنٹے لاش کیر لئے نکلیں اوہدی گج کے تے

رام لکھن نوں مونڈھے بٹھا کے تے ہنومان پھر اوتھوں روانہ ہویا
پہرے دار نوں وی نال لے آندا۔ اوہنوں ایہاں ایں فقط جرمانہ ہویا

ڈیرے آن دی آن وچ آن پہنچے سینا سی بیٹھی انتظاریاں وچ · انتظاریاں چھریاں کٹاریاں توں جیاں سیکاگاہ وناریاں وچ
باغ باغ سب ویکھدے سار ہوئے کھڑے پھل جد مڑ کے کیاریاں وچ · دیو لوک وچوں ہوئی پُشپ ورشا پنچھی چمن دے آ گئے اڈاریاں وچ

غالی گج کے نعرے لگان سارے، رگھو کل والے رگھوبیر دی جے
ہنومان جتی گیان گن ساگر یودھا پون پتر مہابیر دی جے

MONTHLY "SHAKTI" DELHI

NOVEMBER 1956 DEWALI NUMBER Regd. No. D.

यदि आप चाहते हैं

कि आप के बच्चों का नैतिक पतन न हो तो उन्हें अश्लील लिट्रेचर से बचाने का हर सम्भव प्रयत्न करें। इस समय मार्केट में घोर विलासिता फैलाने वाली पुस्तकों तथा पत्रिकाओं का आधिपत्य छाया हुआ है जिन को पढ़ने से युवक युवतियों का सन्मार्ग छोड़ कर विनाशकारी प्रवृत्तियों के चंगुल में फंस जाना निश्चित हो जाता है। यदि आप अपने परिवार को इस विपत्ति से सुरक्षित रखना चाहते हैं तो अपने बच्चों को ऐसे लिट्रेचर का रसिक बनने से पहले ही उन्हें अच्छी पत्र-पत्रिकाएं पढ़ने की प्रेरणा देना अपना कर्तव्य समझें। कहानियां पढ़ने की लालसा सभी नौजवानों को होती है और इस में कोई अनुचित बात नहीं। देखना केवल यह चाहिये कि इन कहानियों के माध्यम् से कहीं उन की शृंगारिक प्रवृत्तियों को तो नहीं उकसाया जा रहा। हमें दुःख है कि आज भारत की अधिकतर पत्रिकाएं यही अपराध कर रही हैं। कुछ गिनती के पत्रों को छोड़ कर सभी ने देश को नैतिक पतन के अन्धकूप में धकेलने का बीड़ा उठा रखा है। ऐसी अवस्था में कर्तव्य-परायण महानुभावों के लिये यह आवश्यक हो जाता है कि वे सावधान हो कर जहां स्वयं ऐसे लिट्रेचर से दूर रहें वहां अपने परिवार को भी सन्मार्ग पर रखने के उद्देश्य से उन्हें सत्साहित्य का रसिक बनाएं। आप की इसी आवश्यकता को ध्यान में रख कर **"शक्ति"** का प्रकाशन आरम्भ किया गया है। एक प्रति का मूल्य आठ आना, वार्षिक मूल्य मनी आर्डर से (हिन्दी) केवल पांच रुपये (उर्दू) छः रूपये, वी० पी० द्वारा आठ आना अधिक।

कार्यालय **"शक्ति"** पत्रिका, बाजार अजमेरी गेट, देहली।

Title Printed at Kanwal Art Press, Phatak Karor, Ajmeri Gate, Delhi.